”اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.“

اہل اسلام اور قارئین الاعتصام کو

عید الفطر کی خوشیاں مبارک ہوں

”تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ“

شب قدر اور روایات کا اختلاف!

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''شب قدر میں جو ایمان و احتساب کے ساتھ عبادت کرے گا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔'' (متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و رحمت سے اس کو رمضان کے آخری عشرے میں پوشیدہ رکھا ہے تاکہ مسلمان اس کی جستجو میں رہیں، ان کی طلب اور ہمت بڑھے اور وہ یہ سب آخری راتیں اس کی لالچ میں قیام و عبادت اور دعا و مناجات میں گزاریں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ''جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تھا تو رسول اللہ ﷺ پوری رات بیدار رہتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے اور کمر کس لیتے تھے۔'' (متفق علیہ)

احادیث کا زیادہ تر اجماع اسی پر ہے کہ شب قدر آخری عشرے میں اور اس کے بھی آخری سات دنوں میں اور طاق راتوں میں ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے بعض کو آخری سات دنوں میں خواب میں شب قدر دکھائی گئی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمھارا خواب زیادہ تر آخری سات دنوں کے متعلق ہے پس جو اس کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات دنوں ہی میں تلاش کرے۔'' (متفق علیہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں معتکف اور گوشہ نشین ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔'' (متفق علیہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' (صحیح بخاری)

حضرت شاہ ولی اللہ نے شب قدر پر حدیث و قرآن اور تجربہ و وجدان دونوں حیثیتوں سے کلام کیا ہے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ شب قدر دو قسم کی ہیں ایک وہ جس میں آسمان سے فیصلے کیے جاتے ہیں، یہ وہ رات ہے جس میں قرآن مجید (سمائے دنیا پر) پورے کا پورا نازل ہوا اس کے بعد تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا، یہ رات سال بھر میں صرف ایک مرتبہ آتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ رمضان ہی میں ہو، البتہ گمانِ غالب رمضان ہی میں ہونے کا ہوتا ہے، نزول قرآن کے موقع پر یہ رات رمضان ہی میں تھی۔ دوسری وہ ہے جس میں ایک قسم کی روحانیت محسوس ہوتی ہے، فرشتے زمین پر اتر آتے ہیں، مسلمان اس رات میں اطاعت میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے ایک دوسرے کو فیض پہنچتا ہے، فرشتے ان سے قرب حاصل کرتے ہیں، شیاطین ان سے دور بھاگتے ہیں، ان کی دعائیں اور طاعات قبول کی جاتی ہیں، یہ رات ہر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ملتی ہے، یہ مقدم موخر ہو سکتی ہے لیکن رمضان ہی میں رہتی ہے، اس لحاظ سے جو پہلی رات مراد لیتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ سال کے اندر دائر و سائر رہتی ہے، جس کی مراد دوسری رات ہوتی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں پائی جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''میں دیکھتا ہوں کہ تمھارا خواب زیادہ تر آخری سات دنوں کے متعلق ہے پس جو اس کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات دنوں ہی میں تلاش کرے۔'' ایک مرتبہ یہ بھی ارشاد ہوا کہ ''یہ رات مجھے دکھائی گئی، میں نے دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں اور یہ اکیسویں شب تھی۔'' اسی سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف دراصل اختلافِ وجدان پر مبنی ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ: ۲/ ۴۱، ۴۲)

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

26 رمضان المبارک 1435ھ جمعۃ المبارک 25 تا 31 جولائی 2014ء

الاعتصام

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

یکے از مطبوعات دارالدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 30 جلد 66

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور

فون نمبر : 042-3735 4406

فیکس نمبر : 042-37229802

رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com



فی پرچہ : 12/- روپے

سالانہ : 500/- روپے

بیرونی ممالک سے : 200/- ریال، 60/- ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

محمد سلیم چنیوٹی

رمضان المبارک کا آخری عشرہ نصف گزر چکا ہے اور بڑی تیزی سے رمضان المبارک اختتام کی طرف رواں دواں ہے۔ قرآنِ کریم اس ماہ مقدس میں جس مقدار اور جس حُسنِ صوت اور گداز سے پڑھا جاتا ہے وہ سارا سال کہاں نصیب...... اللہ کریم نے کیسا فضل فرمایا ہے اپنے اُن بندوں پر جو اس قرآنِ کریم کو اپنے سینوں میں محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس ماہ مبارک کی راتوں کا قیام کرتے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآنِ کریم کی سماعت فرماتے ہیں۔ اس آخری عشرے میں تراویح میں قرآنِ کریم کا اختتام ہوگا۔ پر بہار ماحول میں مغفرت کی دعاؤں کے لیے ہاتھ اس ربِ قدیر کے آگے پھیل جائیں گے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انسان کو پیدا فرمایا۔ جمعۃ الوداع کے پر شکوہ اجتماعات اور اعتکاف میں بیٹھے، لیلۃ القدر کی تلاش میں سرگرداں مومن مرد و خواتین، صدقۂ فطر سے اپنے مساکین و غرباء بھائیوں کی دل جوئی کرتے ہوئے کتنے اطمینان سے اپنے اللہ کے دیے ہوئے رزق کو خرچ کرتے دکھائی دیں گے۔ کتنے ایسے ہیں جنھوں نے افطاریاں اور سحریاں کرنے کا اہتمام فرمایا اور اللہ کے کتنے ایسے بندے ہیں جنھوں نے سفید پوش مسلمان بہن بھائیوں کے ساتھ مالی تعاون کیے اور کتنے خوش نصیب ہیں جنھوں نے اللہ کے عطا کردہ مال کی زکوٰۃ و صدقات کے ذریعے دینی اداروں، یتیموں، بیواؤں، مقروضوں کی مدد کی۔ طلبائے علوم دینیہ کے ساتھ تعاون کیا۔ بیماروں، بے سہارا افراد اور ان کی دیکھ بھال کرنے والے اداروں کی طرف بھرپور توجہ فرمائی۔ اللہ کریم یقیناً انھیں اجرِ عظیم سے نوازے گا۔

اس دفعہ عید الفطر ان حالات و واقعات کا جھرمٹ لیے ہوئے مسلمانوں پر آ رہی ہے کہ کہیں اسرائیلی بربریت سے فلسطینی بچے، عورتیں اور جوان اسرائیلی بموں، ٹینکوں، گولیوں اور اس کے میزائلوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ کہیں خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جا رہی ہے اور کہیں سفاکیت جبڑے کھولے مسلمانوں کا خون پی رہی ہے ایک وقت تھا کہ کسی مسلمان کی عزت و حرمت پر کوئی آنکھ اُٹھتی تو پھوڑ دی جاتی اور ہاتھ اُٹھتا تو توڑ دیا جاتا۔ خلیفہ المسلمین فوراً حکم جاری فرما کر جارحیت کا ارتکاب ہوتا دیکھتے تو اس کا مقابلہ کیا جاتا تھا۔ فلسطینی سرزمین آج پھر سے سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جیسے جرنیل اسلام کے قدموں کی چاپ کی منتظر ہے اور آج یہ سرزمین عظیم سپہ سالار اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ جیسے غیرت مند بہادر سپاہی کے انتظار میں ہے۔ اسرائیل صہیونیت کا گڑھ ہے، یہودیوں کی تاریخ اسلام اور مسلم دشمنی سے بھری پڑی ہے۔ اس کی شدید مذمت اور مرمت کے لیے ہمارے آج کے مسلم حکمرانوں کے پاس نہ وقت ہے اور نہ ہی ان کی زبان کام کر رہی ہے۔ کل کلاں کا پتا نہیں کوئی اُٹھے اور کہیں سے کوئی مسیحا آئے اور ان نہتے فلسطینیوں کے غم پر غمگین نظر آئے۔ ان یتیم بچوں کی آہوں اور بلکتی بچیوں کی سسکیوں کو محسوس کرے اور دشمنِ اسلام و مسلمین اسرائیل کا ناطقہ بند کرنے کا اعلان کرے۔ تُف ہے عالمی امن کے ٹھیکے داروں اور اسرائیل کے یاروں پر کہ جن کی آنکھیں اس کھلی اسرائیلی بربریت دیکھنے سے قاصر ہیں۔ روزانہ کی بنیاد پر شہید ہونے والے فلسطینیوں کی تعداد سیکڑوں ہوگئی ہے اور لاتعداد زخمی ہسپتالوں اور گھروں میں کراہ رہے ہیں۔ عالم اسلام اور اس کے حکمرانوں کے لیے دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور یہ اپنے مسلمان بھائیوں کی لاشوں کو گرنے سے بچالیں اور اپنے زخمی بھائیوں کی امداد کے لیے میدان میں نکل پڑیں۔

صہیونیت یعنی یہودیت اپنی شرارتوں اور خباثتوں اور اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبروں اور رسولوں کی گستاخی کرنے والی مشہور قوم ہے۔اس نے انبیائے کرام علیہم السلام کے قتل کے منصوبے بنائے اور یہ ایک ''مغضوب علیہم''(جن پر غضب کیا گیا) قوم ہے۔مسلمان اسرائیل کو ایک ناجائز ریاست کہتے ہیں۔اسرائیل اپنے قیام مئی ۱۹۴۸ء سے آج تک مسلمانوں کو تسلیم نہیں کیوں کہ یہ قبلہ اول یعنی بیت المقدس پر ناجائز قابض ہے۔یہاں مسلمانوں کو کھلے عام عبادت کرنے سے روکتا ہے اور مسلمان دشمنی میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔

بیت المقدس جو آسمانی ہدایت ورہنمائی کا مرکز تھا اسے انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنا قبلہ بنایا، اور یہ پیغمبروں کی عبادت گاہ تھی۔اس پر اصل حق و تولیت مسلمانوں کی ہی ہونی چاہیے تھی۔پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراجِ آسمانی کرایا گیا تو آپ کو مکۃ المکرّمۃ سے بیت المقدس لایا گیا۔یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تشریف لانے والے سارے انبیاء ورسل علیہم السلام تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت بحکم ربانی فرمائی اور آپ امام الانبیاء علیہم السلام قرار پائے۔یہاں سے ہی سات آسمانوں اور پھر سدرۃ المنتہیٰ تک جانا ہوا اور واپس بھی بیت المقدس میں آئے۔یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ واپس لایا گیا جہاں سے معراج کا حکم ملا تھا۔اب قبلہ اول پر بھی مسلمانوں کا ہی حق ہے۔صہیونیت اپنی خباثتوں کے باعث ہمیشہ بیت المقدس پر اپنا حق جتلاتی ہے۔آج بھی یہ ابلیسی گروہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے مسلمان دشمنی میں پیش پیش رہتا ہے۔دنیا کے سارے مسلمان امریکی حمایت سے کھڑی کی گئی اس ناجائز ریاست اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اسی لیے مقامی فلسطینی عوام مسلسل حالتِ جنگ میں رہتے ہیں۔انسانی حقوق کا علمبردار امریکہ اسرائیل حمایت میں جائز و ناجائز کی کوئی تمیز نہیں کرتا بلکہ یہودیوں کا محافظ بنا رہنے میں اپنی عافیت گردانتا ہے۔

صہیونیت کا اصل منصوبہ تو یہ رہا اور ان کا یہ عزم بھی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یاد میں اُنھوں نے گنبدِ صخرٰی (قبلہ اول) کی عمارت کو شہید کر کے ہیکل سلیمانی کو تعمیر کرنا ہے۔یہود اس کے لیے منصوبے بھی بناتے رہتے ہیں اور ٹیکنالوجی بھی استعمال کرتے رہتے ہیں مگر فلسطین کے بہادر مسلمان گزشتہ ساٹھ ستر سال سے اس ہیکل سلیمانی کی تعمیر میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔یہی فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم کی داستان ہے کہ یہ یروشلم خالی کر کے ہجرت کر جائیں اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر آسان ہو جائے۔کاش آج کا مسلمان بیدار ہو اور اصل حقیقت کو سمجھے اور مغضوب علیہم قوم کا مقابلہ کرنے کی سوچے۔

دنیا میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں دیکھا جائے تو آزمائشیں بھی وہیں ہیں۔ملک شام کو دیکھیں وہاں مسلمان کہلانے والے حکمران اپنی قوم پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں۔عراق میں استحکام نہیں ہے۔افغانستان اور پاکستان میں امریکی صلیبی جنگ نے حالات بگاڑ رکھے ہیں۔یہ صلیبی جنگ جسے ایک خطرناک منصوبے کے ذریعے ۱۱/۹ میں شروع کیا گیا تھا کسی صورت ٹھنڈی ہونے میں نہیں آ رہی۔افغانستان اور پاکستان کی سرزمین پر سازشوں اور صلیبی ریشہ دوانیوں کے ماہرین نے ان خطوں میں عدمِ استحکام پیدا کر رکھا ہے۔وہ ایک پریشان کن امر تو ہے ہی۔اس سب حالات کے برعکس ان شورش زدہ علاقوں میں جہاں جہاں صلیبی سازشیوں نے اپنی چالوں کا جال بچھایا ہوا ہے یہاں کے مسلمانوں نے ان سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔یہ صلیبیوں ہی کی سازش ہے کہ مسلمان کبھی مستحکم نہ ہوں اور یہ کبھی متحد و متفق نہ ہوں اس منصوبے پر عمل پیرا رہتے ہوئے مسلمانوں کے اندر ہی سے اپنے ایجنٹ اور کارندے ڈھونڈ نکالتے ہیں۔اور مسلمانوں کو کبھی فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعے، کبھی نسلی تقسیم کے ذریعے، کبھی دھماکے کر کے اور کبھی علاقائی تقسیم کے ذریعے سماجی وسیاسی طور پر ہمیشہ تقسیم کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔اب یہ ہمارے قومی سطح کے لیڈروں، زعمائے ملت، شیوخ علمائے کرام کا فریضہ ہونا چاہیے کہ وہ اغیار کی سازشوں سے اپنی قوم کو آگاہ کرتے رہا کریں اور سب مسلمانوں کو اپنے اپنے دائروں کی بجائے ملی دائرے میں لانے کا بھی سوچیں تاکہ مسلمان یہ تو کہہ سکیں ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

درس قرآن

قسط نمبر ۹۳

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَّاإِبْرٰهِيْمُ﴾ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ یہ ''فلما'' کا جواب ہے کہ جب دونوں نے حکم مان لیا تو ہم نے اسے آواز دی: اے ابراہیم! وہ کہتے ہیں کہ یہاں ''و'' زائد ہے۔ ''حتی'' اور ''لما'' کے ساتھ ''و'' زائدہ آتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

﴿فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ وَ اَوْحَيْنَآ﴾[یوسف:۱۵]

''پھر جب وہ اسے لے گئے اور انھوں نے طے کر لیا کہ اسے اندھے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اس کی طرف وحی کی۔''

یہاں بھی ''وأوحینا'' میں ''و'' زائد ہے۔ علامہ قرطبی نے اس کی اور بھی مثالیں ذکر کی ہیں۔ مگر اہل بصرہ کہتے ہیں کہ ''فلما'' کا جواب محذوف ہے اور وہ ہے: ''فدیناه بکبش.''

(قرطبی: ۱۵/۱۰۴، ۲۸۵، ۹/۱۴۲)

بعض روایات و آثار میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری گلے پر چلائی تو وہ الٹی ہوگئی حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ کیا معاملہ ہے۔ چھری اپنا کام کیوں نہیں دکھاتی، ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ یہ الٹی ہو گئی ہے، اسماعیل علیہ السلام نے کہا نیزہ مارنے کی طرح اسے ماریے۔

بعض کہتے ہیں کہ جونہی گلہ کٹتا وہ پھر مل جاتا۔ یہ بھی کہا گیا کہ گلہ تانبے کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ اور یہ بھی کہ ابراہیم نے تین بار پتھر پر چھری تیز کی مگر اس نے کام نہ کیا۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا مجھے باندھ لیں، مجھے اوندھے منھ لٹا کر ذبح کریں کہ شفقت پدری جوش نہ مارے۔

مگر اس نوعیت کی کوئی روایت صحیح نہیں۔ علامہ قرطبی نے فرمایا ہے کہ ایسا ہو جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں:

''لكنه يفتقر الى نقل صحيح.''

(قرطبی: ۱۵/ ۱۰۲، ۱۰۴)

''مگر یہ نقل صحیح کا محتاج ہے۔''

صحیح یہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے اسماعیل علیہ السلام کو پہلو کے بل لٹا دیا گیا۔ ان کی قمیص اتار لی گئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا ہے، ہم نے آپ کو جس بات کی تلقین کی تھی وہ آپ نے کر دی اور جو آپ کر سکتے تھے وہ کر دیا۔ یہی علامہ آلوسی کا رجحان ہے اور اسی تعبیر کو اکثر اجلہ مفسرین کا قول قرار دیا ہے۔ اور دوسری روایات کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (روح: ۲۳/۱۱۹)

امام قرطبی نے کہا ہے کہ یہی سب سے صحیح تعبیر ہے۔

﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾ یقیناً تم نے خواب سچا کر دکھایا۔ یعنی جو حکم ملا تھا وہ اپنی طرف سے پورا کر دیا۔ یہ نہیں دکھایا تھا کہ تم نے بیٹے کو ذبح کر دیا ہے بلکہ یہ دکھایا تھا کہ تم ذبح کر رہے ہو۔ اس کے لیے تم مکمل طور پر تیار ہو گئے مقصود بیٹے کو ذبح کرانا نہیں بلکہ امتحان مقصود تھا اور وہ تمھاری تیاری سے حاصل ہو گیا۔ عزمِ فعل بالخصوص جب کہ وہ من وجہ فعل سے مؤید ہو، کامل اجر کا باعث بن جاتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ

وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾[النساء: ۱۰۰]

''اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پالے تو بے شک اس کا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

یہاں بھی ہجرت کے لیے نکلنے پر ہجرت کے اجر وثواب کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام بھی ذبحِ فرزند کے لیے گھر سے نکلے، ذبح کے لیے بیٹے کو لٹا دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں قبولیت کا پیغام مل گیا۔

اسی سے علمائے کرام نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ شادی کے بعد عورت اپنے آپ کو خاوند کے حوالے کر دے مگر خاوند کسی وجہ سے اس سے ملاپ نہیں کر سکتا تو بھی خاوند پر حق مہر واجب ہو جاتا ہے اور اگر خاوند اس کے بعد فوت ہو جائے تو اس عورت پر عدت لازم ہے۔ اسی طرح اگر کوئی امانت اس کے مالک کو دے دیتا ہے اور وہ اسے لینے پر قادر ہے تو امانت ادا ہو جائے گی اگرچہ اس نے اسے باقاعدہ اپنے قبضے میں نہ لیا ہو۔ اسی نوعیت کے کئی مسائل فقہائے کرام نے مستنبط کیے ہیں۔ (تفسیر الماتریدی)



افتاء

کیا بلاعذر روزے کی بجائے فدیہ دیا جاسکتا ہے؟
مروجہ اعتکاف کی حقیقت؟

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ (مدیر شعبہ تحقیق وتالیف دار السلام، لاہور)، مولانا مفتی عبید اللہ خان عفیف حفظہ اللہ

کیا بلاعذر روزے کی بجائے فدیہ دیا جاسکتا ہے؟

سوال: مکرمی ومحترمی استاذ حضرت حافظ صلاح الدین صاحب! السلام علیکم۔ اُمید ہے مزاج گرامی بہ خیر ہوگا۔ مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں آپ کی تحقیقی رائے میری تشفی کا باعث ہوگی۔

آیت ﴿الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[البقرة: ١٨٤] کے بارے میں تراجم اور تفاسیر میں کافی اختلاف دیکھنے میں آتا ہے۔ بعض حضرات اس کا ترجمہ شاذ قراءت ''یطوقونہ'' کے مفہوم کے مطابق کرتے ہیں۔ بعض حضرات آیت ''یطیقونہ'' کو منسوخ بناتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نسخ کے بجائے اس سے صدقۃ الفطر مراد لیتے ہیں۔ (الفوز الکبیر)

آیت کا نسخ احادیث نبوی سے تو ثابت نہیں ہوتا البتہ دیگر حضرات اسے منسوخ مانتے ہیں۔ بوڑھے اور دائم المریض لوگوں کے لیے احادیث نبوی سے کوئی رہنمائی نہیں ملتی سوائے قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کے۔ (صحیح بخاری)

آپ نے احسن البیان میں عام روایتی تفسیری انداز اختیار فرمایا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی کی ''تدبر قرآن'' تو اس بارے میں عجیب تاویلات کا مجموعہ ہے۔

اگر آیت کا منسوخ ہونا قطعی طور پر ثابت نہ ہو، جیسا کہ بہ ظاہر نظر آتا ہے تو کیا اس اجازت (روزہ نہ رکھنے) کو فدیے کے ساتھ مشروط کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں ہوگا؟ جب کہ عام لوگ جو روزہ ادا کرنے سے بہ وجہ مشکلات یا بلاعذر، قاصر ہیں وہ لوگ غریب لوگوں کو دو وقت کا کھانا تو ضرور دیں گے جس سے ہزاروں غریب لوگ فائدہ اُٹھاسکیں گے جس سے وہ اب محروم ہیں۔ اُمید ہے رہنمائی فرمائیں گے۔ (پروفیسر عبد الخالق، سندھ)

الجواب بعون الوہاب: آپ کے اس موقف سے اتفاق نہایت مشکل ہے کہ ''عام لوگ جو روزہ ادا کرنے سے بہ وجہ مشکلات یا بلاعذر، قاصر ہیں وہ لوگ غریب لوگوں کو دو وقت کا کھانا تو ضرور دیں گے جس سے ہزاروں غریب لوگ فائدہ اُٹھاسکیں گے جس سے وہ اب محروم ہیں۔''

اس عبارت سے غالباً آپ کا مطلب یہ ہے کہ طاقت رکھنے کے باوجود یہ عام اجازت دے دی جائے کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے فدیہ دے دے۔ اس سے ہزاروں غریبوں کو دو وقت کا کھانا میسر آجائے گا جس سے وہ اس وقت محروم ہیں۔ اسی لیے آپ ''یطیقونہ'' کو منسوخ بھی قرار دینا نہیں چاہتے۔

اگر آپ کا مطلب میں صحیح سمجھا ہوں تو یہ موقف صحیح نہیں ہے۔ محض چند ہزار غریبوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے روزے کی عمومی فرضیت کو ختم کردیا جائے اور ہر شخص کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔ اس طرح تو کچھ لوگ معاشی فوائد کے لیے پانچ وقت کی نماز کو بھی ختم کرنے کا مشورہ دے دیں گے کہ اس سے (نعوذ باللہ) کافی وقت ضائع ہوجاتا ہے۔ اگر مسلسل بغیر وقفے کے کام جاری رکھا جائے تو زیادہ معاشی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

اس لیے راقم نے ''احسن البیان'' میں جو لکھا ہے، وہ عام روایتی انداز نہیں ہے بلکہ جمہور کی رائے کے عین مطابق ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں یہ رخصت دی گئی تھی، لیکن اس کے ساتھ

ہی یہ کہا گیا کہ روزہ رکھ لو تو یہ بہتر ہے۔ یہ گویا تدریج والی حکمت عملی اختیار کی گئی۔ بعد میں ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ کے ذریعے سے ہر تن درست (طاقت رکھنے والے) کے لیے اس کو فرض کردیا گیا۔ (صحیح بخاری، حدیث:۱۹۴۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے کو صرف ان لوگوں تک ہی محدود رکھا جائے گا جو زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے واقعی روزے کی مشقت برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور اسی میں دائمی مریض بھی شامل ہیں جو اتنے زیادہ بیمار ہیں کہ وہ اس مشقت کو برداشت نہیں کرسکتے اور ان کی صحت یابی کی اُمید بھی نہیں ہے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ فدیے کے حکم پر عمل کریں گے۔

باقی عام مریض اور مسافر، اگر روزہ چھوڑنا چاہیں تو ان کو بھی اجازت ہے۔ مگر ان کے لیے فدیہ نہیں ہے بلکہ بعد میں ان کے لیے قضا ضروری ہے۔ حاملہ اور مرضعہ بھی اسی حکم میں ہیں۔

ان دو قسم کے افراد کے علاوہ تیسری قسم کے لوگ ہیں جو صحت مند ہیں اور مقیم ہیں وہ ہر صورت میں روزہ رکھنے کے پابند ہیں، ان کو غریبوں کو تھوڑا سا فائدہ پہنچانے کے لیے بلا عذر روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

قرآن نے ﴿ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾ کہا ہے۔ اس سے مراد دو وقت کا کھانا یا کسی کو روزہ رکھوانا نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہوگیا ہے، آپ نے بھی یہی لکھا ہے۔ اس سے مراد صرف ایک مسکن کو کھانا کھلانا ہے۔ جس کی تعیین جمہور علماء نے ایک مُدّ (۶۷۵ گرام) غلہ سے کی ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مُدّ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی فدیے کی مقدار نصف صاع (دو مُدّ) منقول ہے۔ اس اثر کے پیش نظر دو مُدّ (تقریباً سوا کلو اناج) فدیے کی مقدار زیادہ صحیح ہے۔

علاوہ ازیں ایک اور صحابیِ رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل بھی منقول ہے کہ بوڑھے ہونے کے بعد اُنھوں نے ایک یا دو سال ہر دن ایک مسکین کو گوشت کے ساتھ کھانا کھلا دیا اور روزہ نہ رکھا۔

(صحیح بخاری، تفسیر ﴿ایاما معدودات﴾)

خلاصہ اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ ﴿وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ کی بابت جو وضاحت کی گئی ہے، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہی ثابت ہے۔ اس لیے یہی تفسیر مستند ہے۔ اس سے ہٹ کر اس کی جو تفسیر کی جائے گی، وہ غیر مستند اور غیر صحیح ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کا جو مطلب ''الفوز الکبیر'' میں بیان کیا ہے وہ مذکورہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے، اس لیے وہ بھی ناقابل قبول ہے۔ علاوہ ازیں خود شاہ صاحب نے لکھا ہے:

''غرائب قرآن کی شروح میں بہترین شرح مترجم القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جو ابن ابی طلحہ کے طریق روایت سے صحت کے ساتھ ہم کو پہنچی ہے اور غالباً امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صحیح بخاری میں اسی طریق پر اعتماد فرمایا ہے۔''

(الفوز الکبیر (مترجم) ص:۳۱۔ طبع ندوۃ المصنفین، دہلی۔۱۹۵۵ء)

اور ﴿یطیقونہ﴾ کی یہ تفسیر کہ اس سے مراد وہ بوڑھے اور مرد وعورت ہیں جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے اور صحیح بخاری (حدیث:۴۵۰۵) میں ہے۔ اس اعتبار سے یہ آیت ان کے نزدیک منسوخ نہیں ہے، محکم ہے۔ شاہ صاحب نے ''الفتح الخبیر'' (فارسی) میں بھی یہ بات لکھی ہے:

''﴿وعلى الذين يطيقونه فدية﴾ هى منسوخة، وقيل: هى محكمة للشيخ الكبير والمرأة الكبيرة.''

(الفتح الخبير، ص: ٤٥ . مطبع عليمى، لاهور)

اس تفصیل سے شاہ صاحب کی محولہ تاویل خود ان کی تصریحات کے مطابق غیر معتبر قرار پاتی ہے۔

هذا ما عندى والله اعلم بالصواب



مروجہ اعتکاف کی حقیقت:

سوال: ہمارے علاقے کی ایک اہل حدیث مسجد میں گزشتہ چند سالوں سے اعتکاف کا انتظام مندرجہ ذیل طریقے سے ہوتا ہے:

۱: مسجد میں اسی علاقے کے چند افراد (تقریباً دس یا پندرہ لوگ) اعتکاف کرتے ہیں۔

۲: اسی مسجد میں کراچی کے دور دراز علاقوں سے تقریباً پچاس سے ساٹھ افراد بھی اعتکاف بیٹھنے آتے ہیں، کل تعداد اسّی سے ایک سو (۸۰-۱۰۰) تک ہوتی ہے۔

۳: ہر معتکف سے کھانے پینے کی مد میں ایک معمولی رقم وصول کی جاتی ہے باقی اخراجات چند مخیّر حضرات اپنی مرضی سے حصہ لے کر پورا کرتے ہیں۔

۴: خدّام کو دس دنوں کے لیے مشاہرے پر رکھا جاتا ہے۔ معتکفین کے لیے سحری، افطاری اور رات کے کھانے کے علاوہ چائے پانی کا انتظام، برتنوں کی صفائی وغیرہ کی ذمہ داری ان کی ہوتی ہے، کھانا باہر سے پک کر آتا ہے۔

۵: دوران اعتکاف درس وتدریس کا سلسلہ بھی وقفے سے جاری رہتا ہے کیوں کہ منتظمین کے پیش نظر یہ بھی ہوتا ہے کہ ان دس دنوں میں معتکف حضرات قرآن وسنت کے احکامات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں، بالخصوص فجر کی نماز کے بعد معتکفین پر سونے پر پابندی ہوتی ہے اشراق کی نماز پڑھ کر سونے کی اجازت ہوتی ہے۔

۶: اس طریقۂ اعتکاف سے علاقے کے چند لوگوں اور مسجد کے چند مستقل نمازیوں کو شدید اختلاف ہے، ان کو مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں:

(الف) ان معترضین کے نزدیک اس طریقۂ اعتکاف کے آثار دور نبوی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہیں ملتے۔ لہٰذا یہ طریقہ بدعت ہے۔

(ب) اعتکاف کا بنیادی مقصد تخلیہ ہے الگ سے دنیا کے جھمیلوں سے ہٹ کر خالص انفرادی عبادت ہے، صرف فرائض اجتماعی ہونے چاہئیں۔

(ج) مسجد میں ایک میلے کا سماں بندھ جاتا ہے باوجود کوشش کے آوازیں بلند ہوتی ہیں صفائی کا حق ادا نہیں ہوتا۔

(د) ہر علاقے کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں اعتکاف کریں کہ یہی طریقہ ہے نہ کہ دور دراز کے لوگ اکٹھے ہو کر کسی مسجد میں اوپر بیان کیے گئے انداز سے اعتکاف کریں۔

براہِ مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی کریں کیا یہ طریقہ صحیح ہے کیا اس قسم کا طریقۂ اعتکاف کی دین میں اجازت ہے اور کیا یہ بدعت کے زمرے میں آتا ہے؟

الجواب بعون اللہ الملك الوهاب ومنه الصدق والصواب: سوال کے جواب سے قبل اعتکاف کی لغوی اور شرعی تعریف اور اس کے بنیادی مقصد کی نشان دہی نامناسب نہ ہوگی تاکہ اس کے تناظر میں سوال کے جواب کا ادراک آسان ہوجائے۔

لغوی تعریف:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الاعتكاف لغة لزوم الشيء وحبس النفس عليه." (فتح الباری)

''اعتکاف کے لغوی معنی کسی چیز کو اپنے اوپر لازم کر لینا اور اپنے نفس کو اس پر مقید کر دینا ہیں۔''

سید محمد سابق مصری لکھتے ہیں:

"الاعتكاف لزوم الشيء وحبس النفس عليه خيرا كان ام شرا، قال الله تعالى: ﴿ما هذه التماثيل التي انتم لها عاكفون﴾ اى مقيمون ومتعبدون لها." (فقه السنة)

''کسی شے کو اپنے آپ پر لازم کر لینا اور خود کو اس کا پابند کر دینا اعتکاف ہے، خواہ شے اچھی ہو یا بری ہو، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے سوال کیا تھا کہ ان مورتیوں کی

کیا حقیقت ہے جن کا اعتکاف کرتے ہو، یعنی جن کے سامنے تم باادب قیام کرتے اور ان کی عبادت کرتے ہو۔''

شرعی تعریف:

"شرعا المقام فی المسجد من شخص مخصوص علی صفة مخصوصة ."

(فتح الباری: ۱/ ۳۷۱ ، شرح مسلم للنووی)

''شرعی معنی میں کسی بھی مسجد میں کسی آدمی کا کسی مخصوص طریقے کے ساتھ کسی جگہ کو لازم کر لینا اعتکاف ہے۔''

سید محمد سابق مصری لکھتے ہیں:

"لزوم المسجد والاقامة فیه بنیة التقرب الی اللّٰه عزوجل ." (فقه السنة: ۱/ ۴۰۰)

''تقرب الٰہی کے حصول کے لیے مسجد کے کسی گوشے کو قیام کے لیے لازم کر لینے کا نام اعتکاف ہے۔''

مقصد اعتکاف:

دنیا کے بکھیڑوں، بزم آرائیوں اور شور وشغب سے الگ تھلگ مسجد کے کسی گوشے میں تخلیہ نشین ہو کر فرائض و واجبات کے ساتھ ساتھ تلاوت قرآن، تسبیح، تہلیل، تکبیر، استغفار، درود ومناجات اور دعا وغیرہ کے ذریعے تقرب الٰہی اور اس کے ساتھ رابطہ استوار کرنا ہے اگر معتکف گوشہ نشین ہو کر بھی لا یعنی قول وعمل اور شور وشغب میں مشغول رہے گا تو اعتکاف کے بنیادی مقصد، یعنی تعلق باللہ اور تقرب الٰہی کے حصول میں ناکام رہے گا۔

بہ الفاظ دیگر شریعت کی زبان میں اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ معین مدت کے لیے انسان مسجد میں گوشہ نشین ہو کر مخصوص انداز اور خاص اسلوب کے ساتھ اپنی تمام کاوشیں اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت، ذکر وفکر اور زاد آخرت کے لیے وقف کر دے تاکہ رمضان کے فوائد و مقاصد، یعنی سکون قلب، جمعیت باطنی، فکر و خیال کی مرکزیت اور رجوع الی اللہ عزوجل کی سعادت حاصل کرتے ہوئے ماضی کی غفلتوں کا تدارک کر سکے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اعتکاف کے حسین چہرہ سے نقاب اُلٹتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولما کان الاعتکاف فی المسجد سببا لجمع الخاطر وصفاء القلب والتفرغ للطاعات التشبه بالملائکة والتعرض لوجدان لیلة القدر اختاره النبی ﷺ فی العشر الاواخروسنه للمحسنین من امته ."

(حجة الله البالغة: ۲/ ۵۵)

''چونکہ مسجد میں اعتکاف جمعیت خاطر، قلب کی صفائی، طاعات کے لیے فراغت، ملائکہ کے ساتھ مشابہت اور لیلۃ القدر کی برکات کے وجدان کا قوی ترین باعث اور بہترین ذریعہ ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس تقویٰ پرور عمل کو عشرہ اخیرہ کے لیے پسند فرمایا اور اپنی اُمت کے محسنین کے لیے اس کو سنت قرار دیا۔''

شیخ الاسلام امام ابن قیم رحمہ اللہ اعتکاف کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

''اعتکاف کی روح اور اس سے مقصود یہ ہے کہ قلب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ استوار ہو جائے۔ اس کے ذریعے جمعیت خاطر حاصل ہو، اشتغال بالخلق سے چھٹکارا اور اشتغال باللہ کی نعمت میسر ہو۔ اور یہ کیفیت ہو جائے کہ تمام افکار وترددات اور وساوس کی جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی محبت کے لیے ہر فکر اس کی فکر میں ڈھل جائے اور ہر احساس وخیال اس کے ذکر وفکر اور اس کی رضا وقرب کے حصول کی کوشش کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے۔ مخلوق سے اُنس کے بجائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس پیدا ہو اور قبر کی وحشت میں جب اس کا کوئی غم خوار نہ ہوگا یہ انس اس کا چارہ ساز

ہو۔ یہ ہے اعتکاف کا مقصد جو رمضان کے افضل ترین ایام، یعنی آخری دس دنوں کے ساتھ مخصوص ہے۔''

(زاد المعاد: ۱/ ۱۷۸)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مذکورہ بالا مقصد تنہائی اور خلوت کی چیز ہے، بزم آرائی اور جلوت کی چیز ہرگز نہیں، لہٰذا اس گوہر مقصود کے حصول کے لیے ایسی جامع مسجد درکار ہے جس میں لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے ہر وقت میلے کا سماں نہ ہو۔ جس مسجد میں سوال نامے میں مذکور تکلفات روا رکھے جاتے ہوں اور پھر خاص نظم کے تحت مخصوص کیفیتوں، حدود و قیود کی پابندی کے ساتھ اعتکاف کروایا جا رہا ہو، ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہی نہیں۔ کیوں کہ اس طرح اعتکاف نہیں بلکہ بدعت بن جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد سعادت سے لے کر خیر القرون تک، مذکورہ تکلفات کا ہرگز رواج نہ تھا۔

رمضان المبارک کی برکتیں، عبادت و ذکر و فکر میں مشغول رہنے میں تھیں۔ مگر شب بیداری کی مروجہ صورتیں خیر القرون میں ہرگز نہ تھیں، یعنی ان طاق راتوں میں وعظ و تقریر کا اہتمام، ختم قرآن پاک پر جلسوں کا اہتمام، شبینوں کا تکلف، صلاۃ و تسبیح کا باجماعت پڑھنے کا رواج جس طرح ہمارے ملک میں ہوتا ہے بالخصوص اس رات کو وعظ کا ضرور اہتمام کیا جاتا ہے جس رات تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوتا ہے۔ افسوس، ہم اہل حدیثوں میں بھی ختم قرآن پاک کی تقریب کے ساتھ ساتھ وعظ کے ذریعے شب بیداری کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رحمہم اللہ کے دور میں ان چیزوں کا کوئی وجود نہیں تھا مواعظ اور تقاریر بلاشبہ تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہیں مگر رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ان کا اہتمام و التزام ہمارے قابل فخر اور واجب الاحترام سلف صالحین سے نہ صرف یہ کہ متوارث اور ثابت نہیں بلکہ اُنھوں نے اس پر سخت نکیر فرمائی ہے کیوں کہ کسی مشروع اور مطلق جائز عمل کو کسی وقت کے ساتھ یا کسی دن کے ساتھ متعین کر لینا یا اس پر دوام اور اصرار شائبہ بدعت سے خالی نہیں کیوں کہ یہ تقیدات مع اہتمام اس مطلق جواز کو بدعت میں بدل دیتے ہیں۔

①...... جیسا کہ نماز چاشت صحیح احادیث سے ثابت ہے حضرت عائشہ اور حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہما سے یہ نماز مروی ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس کی پابندی کی وصیت بھی فرمائی تھی۔ (صحیح بخاری: ۱/ ۱۵۷)

مگر اسی صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب بعض لوگوں کو مسجد نبوی میں یہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اُنھوں نے اس کو بدعت قرار دیا۔ (صحیح بخاری: ۱/ ۲۸، صحیح مسلم: ۱/ ۴۰۹)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بدعت اس لیے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد سعادت میں اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کا دستور نہ تھا جب کہ یہ لوگ اس کو باجماعت ادا کر رہے تھے، چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"مراده ان اظهارها في المسجد والاجتماع لها هو البدعة ، لا ان صلاة الضحى بدعة ."

(صحيح مسلم: ١/ ٤٠٩)

''عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ تھی کہ نماز چاشت کو مسجد میں ظاہر کر کے پڑھنا اور اس کے لیے اجتماع اور اہتمام کرنا بدعت ہے نہ یہ کہ نفس نماز چاشت سرے سے ہی بدعت ہے۔''

امام ابو بکر محمد بن ولید مالکی طرطوشی (م ۵۲۰ھ یا ۵۲۵ھ) لکھتے ہیں:

"ومحمله عندي على احد وجهين: إما أنهم كانوا يصلون جماعة ، وإما أنهم يصلونها معا أفذاذا على هيئة النوافل في أعقاب الفرائض ." (الحوادث والبدع ، ص: ٤٠)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی اس نماز کو یا تو اس لیے بدعت کہا وہ اسے باجماعت پڑھ رہے تھے یا اکیلے اکیلے پڑھ رہے تھے مگر اس طرح سے جیسے فرائض کے بعد ایک ہی وقت میں تمام نمازی حضرات سنن رواتب پڑھا کرتے ہیں۔''

④......سبحان اللہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا وظیفہ اپنے اندر بڑے فضائل رکھتا ہے اور مفسرین نے اس کو باقیات صالحات میں شمار کیا ہے خصوصاً لا الہ الا اللہ کے وظیفے کو احادیث صحیحہ میں افضل ذکر قرار دیا گیا ہے جو اضافۂ حسنات اور بلندیِ درجات کا مضبوط ترین باعث اور نجات اخروی کا کامیاب ترین ذریعہ ہے مگر اس کے باوصف اگر اس وظیفے کو خاص تقیدات اور تکلّفات والتزامات کے ساتھ پڑھا جائے گا تو یہی وظیفہ ہلاکت وخسران کا ذریعہ قرار پائے گا جیسا کہ سنن دارمی میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ بڑا مشہور ہے کہ کچھ ذاکر لوگ کوفہ شہر کی مسجد میں سحری کے وقت حلقہ بنا کر کنکریوں پر سبحانہ اللہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ سو سو مرتبہ پڑھ رہے تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا:

"فعد من سيئاتكم فأنا ضامن ان لا يضيع من حسناتكم شيء . ويحكم يا أمة محمد ﷺ! ما أسرع هلكتكم! هؤلاء صحابة نبيكم ﷺ متوافرون، وهذه ثيابه لم تبل وآنيته لم تكسر أو مفتحو باب ضلالة . "

''تم اپنی ان کنکریوں پر اپنے گناہوں کو شمار کرو میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمھاری نیکیاں ضائع نہیں جائیں گی۔ افسوس تم پر اے اُمت محمد ﷺ! تم کتنی جلد ہلاکت میں مبتلا ہو گئے۔ ابھی تو تم میں صحابۂ رسول ﷺ بہ کثرت زندہ موجود ہیں ابھی تو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوئے اور آپ ﷺ کے استعمال میں آنے والے برتن بھی نہیں ٹوٹے۔ کیا تم ایسا کر کے گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔''

③......اسی طرح اگرچہ نفلی روزہ نہ صرف مشروع عمل ہے بلکہ مطلوب اور بلندیِ درجات وحسنات کا بہت بڑا سبب ہے مگر اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے روک دیا ہے۔ (صحيح بخاري: ١/ ٢٦٦)

اس طرح اور بھی بہت سے واقعات منقول ہیں مگر "لعل فيه كفاية لمن له ادنى دراية . "

اس ساری گفتگو سے ثابت ہوا کہ عبادت اور اطاعت جس کیفیت میں منقول ہو، اس کو اسی انداز میں لینا چاہیے یعنی اس کی اسی ہیئت پر قائم رکھنا چاہیے جس ہیئت میں منقول ہو۔ اگر اس مطلق عبادت اور نیک عمل کو کسی خاص قید (جیسے صبح کے درس کا سننا لازم قرار دینا وغیرہ) کے ساتھ مقید کیا جائے یا غیر موقت کو موقت بنایا جائے گا یعنی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص کیا جائے یا اس غیر معین کو معین کیا جائے گا تو لامحالہ وہ عبادت اور اطاعت بدعت بن جائے گی۔

امام ابواسحاق شاطبی بدعات کی نشان دہی اور ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومنها التزام الكيفيات والهيئات المعينة كالذكر بهيئة الاجتماع على صوت واحد، واتخاذ يوم ولادة النبي ﷺ عيدا، وما اشبه ذلك . ومنها التزام العبادات المعينة في اوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة كالالتزام صيام يوم النصف من شعبان وقيام ليلته . " (الاعتصام: ١/ ٢٠)

''من جملہ بدعات کے یہ بھی بدعت ہے کہ کسی نیک عمل کی ادائیگی کے لیے کیفیات مخصوصہ اور ہیئات معینہ کا التزام کیا جائے جیسا کہ ہیئت اجتماع کے ساتھ ایک آواز میں ذکر کرنا اور نبی کریم ﷺ کے یوم ولادت کو عید منانا وغیرہ۔ اور انھی بدعات میں سے ایک یہ بدعت بھی ہے کہ اوقات خاص کے اندر ان عبادات معینہ کا التزام کر لینا جن کی ادائیگی کے لیے شریعت نے اوقات معین نہیں کیے جیسے پندرہ شعبان کا روزہ اور اس کی پندرہویں شب کی عبادت کا التزام کرنا ہے۔''

امام صاحب موصوف ایک دوسرے مقام پر مزید تفصیل کے

ساتھ رقم طراز ہیں:

"اذا ندب الشرع مثلا الى ذكر الله فالتزم قوم الا جتماع على لسان واحد أوصوت واحد اوفى وقت معلوم مخصوص عن سائر الاوقات ......لان التزام الامور غير اللازمة شرعا شأنها ان تفهم التشريع وخصوصا مع من يقتدى به ، وفى مجامع الناس كالمساجد فانها اذا أظهرت هذا الاظهار ووضعت فى المساجد كسائر الشعائر التى وضعها رسول الله ﷺ فى المساجد وما اشبهها كالا ذان وصلاة العيدين ......فهم منها بلاشك انها سنن إن لم يفهم منها الفريضه......فصارت من هذه الجهة بدعا محدثة بذلك . " (الاعتصام: ۱/ ۲۰۰)

''جب شریعت نے کسی چیز کو مندوب قرار دیا ہو، مثلاً اللہ کا ذکر۔ اگر ایک قوم اس کا التزام کرے کہ ہرکوئی یک زبان ہو کرایک ہی آواز سے ذکر کرنے لگ جاتی ہے یا دیگر اوقات کے علاوہ کسی معلوم اور مخصوص وقت کی پابندی کے ساتھ ذکر کرتی ہے تو شریعت کی ترغیب اس معین تخصیص اور التزام پر ہرگز دلیل نہ ہوگی بلکہ شریعت اس کے خلاف ہوگی کیوں کہ جو اُمور شرعاً لازم نہیں ان کا التزام کرنا دراصل شریعت سازی کا حکم رکھتا ہے (جب کہ شریعت سازی کا حق غیر نبی کو قطعاً حاصل نہیں) بالخصوص جب کہ ان غیر لازم اُمور کا التزام مساجد کے نامی گرامی ائمہ کرام اپنی مساجد میں شروع کردیں تو لامحالہ غیر ثابت اُمور عوام الناس میں کم از کم سنت کا درجہ ضرور حاصل کر لیں گے، لہٰذا اِس جہت سے یہ اُمور بلاشبہ بدعت قرار پاتے ہیں۔''

امام ممدوح ایک تیسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ جب کوئی نفل نماز سنن رواتب (سنن مؤکدہ) کے التزام اور خاص طریقے کے ساتھ ہمیشہ کے لیے یا محدود اوقات میں ان مساجد اور اہم مقامات میں باجماعت پڑھی جائے گی جہاں فرائض اور سنن رواتب ادا کی جاتی ہوں تو یہ نماز بدعت ہی ہوگی:

"والدليل عليه انه لم يات عن رسول الله ﷺ ولا عن اصحابه ولا من التابعين لهم باحسان فعل هذا المجموع هكذا مجموعا وان اتى مطلقا من غير تلك التقييدات فالتقييد فى المطلقات التى لم يثبت بدليل الشرع تقييد ها رأى فى التشريع . "

(الاعتصام : ۱/ ۲٥٤)

''کیوں کہ ایسی نماز نہ تو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ سے منقول ہے اور مطلق عبادات میں اپنی طرف سے قیود لگانا دراصل از خود شریعت میں تصرف کرنے کے مترادف ہے۔''

فقیہ شریعت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دین میں تحریف کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں ان میں ایک یہ سبب بھی ہے کہ دین میں تشدد اختیار کیا جائے اور اس تشدد کی حقیقت یہ ہے کہ ایسی مشکل عبادت کو اختیار کرلیا جائے جس کے متعلق شارع نے کوئی حکم نہیں دیا، مثلاً: کوئی شخص دوامی طور پر روزہ رکھے، قیام کرے، تخلیے میں بیٹھا رہے اور نکاح کرنے سے گریز کرے۔ اور مثلاً: یہ سنتوں اور مستحبات کا ایسا التزام کرے جیسا کہ واجبات کے لیے کیا جاتا ہے۔ (تو اس کا ایسا کرنا تحریف دین کا دروازہ کھولنا ہے۔ پھر فرمایا:) جب متشدد شخص خیر سے کسی قوم کا استاد یا سردار بھی ہو تو پھر لامحالہ وہ قوم یہ سمجھ بیٹھتی ہے کہ استاد یا

سردار کا یہ عمل شرع ہی کا حکم اور اس کا پسندیدہ عمل ہے اور یہی بیماری تھی یہودیوں اور نصاریٰ کے صوفیوں میں جس کا نتیجۂ بد یہ نکلا کہ شریعت موسوی وعیسوی تحریف کا ملغوبہ بن کر رہ گئی اور تورات وانجیل اپنا اصلی وجود کھو بیٹھیں۔''

مواعظ اور تقاریر تروتج اسلام اور تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ اور موثر ترین باعث ہیں مگر رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ان کا اہتمام وانتظام ہمارے قابل فخر اور واجب الاحترام سلف صالحین سے نہ صرف ثابت اور متوارث عمل نہیں بلکہ اُنھوں نے اس پر نکیر فرمائی ہے۔امام ابوبکر محمد بن ولید المالکی الطرطوشی تصریح فرماتے ہیں:

"فأما ما أحدثه الناس من الخطب فی اعقاب الختم فقال مالك فی المدونة: "الامر فی رمضان الصلاة ولیس بالقصص بالدعاء." فتاملوا -رحمکم الله- فقد نهی مالك ان یقص احد فی رمضان بالدعاء وحکی ان الامر المعمول به فی المدینة انما هو الصلاة من غیر قصص ولا دعاء."

(الحوادث و البدع، ص: ۵۸، ۵۹)

یعنی ختم قرآن کے موقع پر خطبہ پڑھنا بدعت ہے امام مالک کہتے ہیں کہ رمضان میں نماز تراویح کے معمول کے علاوہ خطبوں اور اجتماعی دعاؤں کا کوئی اہتمام ثابت نہیں اور نہ اہل مدینہ کے ہاں ان کا کوئی رواج ملتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

"ولم یرووا فی شیء من ذلك ما احدثه الناس من هذه البدع من نصب المنابر عند ختم القرآن و القصص والدعاء بل قد حفظ عنهم النهی عن ذلك علی مارویناه."

(الحوادث والبدع، ص: ۵۸)

''ختم قرآن کے موقع پر منبروں کو استعمال کرنا، قصے بیان کرنا اور اجتماعی دعا مانگنا وغیرہ منقول نہیں بلکہ سلف نے ان بدعات سے منع کیا ہے۔''

امام ابو شامہ عبدالرحمان بن اسماعیل شافعی (م ۶۶۵ھ) ارقام فرماتے ہیں کہ امام طرطوشی نے ختم قرآن کے موقع پر منبروں پر بیٹھ کر وعظ وتقریر اور اجتماعی دعا کو بدعت لکھا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"وقد انکر الامام الطرطوشی علی اهل قیروان اجتماعهم علی الختم فی صلاة التراویح فی شهر رمضان و نصب المنابر وبین انه بدعة وان مالکا رحمه الله کرهه." (الباعث علی إنکار البدع و الحوادث، ص: ۲۵، المدخل لابن الحاج: ۲/ ۳۰۵، ۳۰۶)

یعنی چھٹی صدی ہجری میں (آج سے آٹھ سو برس قبل) اندلس کے قیروان شہر میں ایسا ہوا تھا تو اس وقت کے محقق علماء نے اس فعل پر نکیر کی اور اسے بدعت قرار دیا، یعنی امام طرطوشی نے اہل قیروان کی اس بدعت پر سخت نکیر کی کہ وہ ماہ رمضان میں تراویح میں ختم قرآن والی رات وعظ وتقریر کے لیے جمع ہوتے تھے۔ اور اسے اُنھوں نے بدعت قرار دیا۔ اور امام مالک بھی اس کو ناپسند فرماتے تھے۔

امام ابوشامہ مزید لکھتے ہیں:

"فاین هذا من نصبکم المنابر وتلفیق الخطب علی رؤوس الاشهاد فیختلط الرجال والنساء والصبیان وتکثر الزعقات والصیاح و یختلط الامر ویذهب بهاء الاسلام." (الباعث علی انکار البدع والحوادث، ص: ۲۵، المدخل: ۲/ ۳۰۶)

''رمضان میں قرآن کے ختم کرنے پر منبروں کے بچھانے

اورلوگوں کے سامنے جھوٹے سچے واقعات بیان کرنے،مرد وزن کے اختلاط اورشورغوغا کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ بدعات تو اسلام کی رونق اوروقار کے منافی ہیں۔''

امام ابن الحاج تصریح فرماتے ہیں:

"والخطب الشرعية معروفة مشهورة ولم تذكرفيها خطبة عند ختم القرآن فی رمضان ولا فی غيره واذا لم تذكر فهی بدعة ممن فعلها سيما ان كان الموضع معروفا مشهورا مثل ان يكون المسجد الجامع اويكون المسجد منسوبا الی عالم معروف بالخير والصلاح ." (المدخل : ۲/ ۳۰۳)

''شرعی خطبات تو مشہور ومعروف ہیں مگر ان میں رمضان وغیرہ میں ختم قرآن کے موقع پر خطبہ (وعظ وتقریر) سلف صالحین سے مذکورنہیں اور جب یہ خطبہ سلف صالحین سے مذکورنہیں تو لامحالہ بدعت ہے ایسا کرنے والا خواہ جوبھی ہو خاص کر جب اس خطبے کا اہتمام کسی جامع مسجد یا کسی نیک عالم کی مسجد میں کیا جائے تو اس کا نقصان اور بھی زیادہ ہوگا۔''(یعنی پھر عوام اس نیک شخصیت کی وجہ سے اس بدعت کوسنت سمجھنے لگ جائیں گے)

اسی طرح بعض شہروں میں وتروں کے بعدختم قرآن کے موقع پر لائٹیں بجھا کرآہ وزاری اورچیخیں مار مار کراجتماعی طور پر دعا مانگی جاتی ہے جورسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ ائمہ سلف نے نہ صرف اس قسم کی دعا سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے بلکہ اس کو بدعت لکھا ہے۔مزید پڑھیے:

❁......''عن ابن القاسم قال سئل مالك عن الذی يقرأ القرآن فيختمه ثم يدعو قال ما سمعت انه يدعی عند ختم القرآن وما هو من عمل الناس .''

(الحوادث والبدع ، ص: ۵۹ ، المدخل: ۲/ ۳۰۸)

''امام مالک سے ایسے آدمی کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا جوقرآن مجید کے ختم پرمروجہ دعا مانگتا ہے توامام مالک نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا کہ ختم قرآن پر مروجہ دعا بھی مانگی جاتی ہے اورنہ اس پرمدینہ کے اہل علم کا عمل ثابت ہے۔''

❁......"وروی ابن القاسم ايضا عن مالك ان ابا سلمة بن عبدالرحمان رأی رجلا يدعو رافعا يديه فانكر ذلك وقال لا تقلصوا تقليص اليهود . قال مالك: التقليص رفع الصوت بالدعاء ورفع اليدين .''

(المدخل: ۲/ ۳۰۸)

''حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے ایک آدمی کو دیکھا کہ کھڑا ہوکر ہاتھ اونچے اُٹھا کر بلندآواز کے ساتھ دعا کررہا تھا تو کہا کہ تم یہودیوں کی طرح بلندآواز کے ساتھ معمول سے زیادہ اونچے ہاتھ اُٹھا کردعا نہ مانگو۔''

موصوف مزید لکھتے ہیں:

"ينبغی له ان يتجنب ما احدثوه بعد ختم القرآن من الدعاء برفع الاصوات والزعقات وقال اللّٰه تعالی فی محكم كتابه العزيز: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ وبعض هؤلاء يعرضون عن التضرع والخفية بالعياط والزعقات وذلك مخالف للسنة المطهرة ."

(المدخل: ۲/ ۳۰۴)

''سائل کومناسب ہے کہ وہ لوگوں نے ختم قرآن پر بلندآواز اورشوروغوغا اور چیخ وپکار کے ساتھ دعا مانگنے کی جو بدعت نکال رکھی ہے،اس سے الگ تھلگ رہے کیوں کہ یہ بدعت

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾[الاعراف : ۵۵] کے خلاف ہے۔بعض لوگ دعا میں اس آیت کے حکم سے اعراض کر کے سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔''

امام شاطبی ایسی ہی اجتماعی دعا پر نکیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عن ابی موسی قال کنا مع رسول الله ﷺ فی سفر فجعل یجهرون بالتکبیر فقال النبی ﷺ:((أیها الناس! اربعوا علی انفسکم ، انکم لیس تدعون اصم ولا غائبا ، انکم تدعون سمیعا قریبا وهو معکم .)) وهذا الحدیث من تمام تفسیر الآیة . وقد جاء عن السلف ایضا النهی عن الاجتماع علی الذکر والدعاء بالهیئة التی یجتمع علیها هؤلاء المبتدعون . "

(الاعتصام للشاطبی: ۱/ ۲۱۷)

یعنی ایک سفر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُونچی اُونچی تکبیر کہنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سکون اختیار کرو تم سمیع اور قریب رب کا ذکر کر رہے ہو۔اور سلف نے اکٹھے ہو کر ذکر کرنے سے اور خاص ہیئت کے ساتھ اجتماعی طور پر مبتدعین کی طرح دعا مانگنے سے منع کر دیا ہے۔

اسی طرح بلندی درجات اور تقرب الٰہی کا ایک ذریعہ اعتکاف بھی ہے مگر جب ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی مسجد میں بہ کثرت معتکفین کا اس لیے ٹھٹھ لگ جائے کہ وہاں کھانا اچھا اور سستا میسر ہوگا اور دوسری سہولتیں اور تن آسانی اس پر مزید اور ماحول پر رونق ہوگا بہ الفاظ دیگر میلے کا سماں بھی ہوگا تو اس شرعی اور مطلوب عمل کی روح کچلا جانے کا خطرہ خارج از امکان نہیں۔صحیح بخاری میں ہے کہ ایک رمضان میں امہات المومنین نے ایک دوسری کی دیکھا دیکھی مسجد نبوی میں اپنے اپنے خیمے لگا لیے جب نبی کریم ﷺ نے یہ خیمے دیکھے تو فرمایا:

"((آلبر ترون بهن!)) فترك الاعتکاف ذلك الشهر . "(صحیح بخاری:باب اعتکاف النساء)

''کیا تم سمجھتے ہو کہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کیے گئے ہیں!''

ازواج مطہرات کے خیموں پر رسول اللہ ﷺ کی اس نکیر سے واضح ہوا کہ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی کیا جانے والا عمل شرعاً مطلوب نہیں اور نہ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے ایسے اجتماعی اعتکاف کا کوئی ثبوت ملتا ہے اگر اس طرح کا اجتماعی عمل نیکی ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ضرور منقول ہوتا کیوں کہ ہمارے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیکی اور بھلائی کے کاموں میں زیادہ سبقت رکھنے والے تھے، جیسا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ تصریح فرماتے ہیں:

"کل عبادة لم یتعبدها اصحاب رسول الله ﷺ فلا تتعبدوها ، فان الاول لم یدع للآخر مقالا فاتقوا الله . "

یعنی جو عبادت صحابہ نہیں کی اس سے اجتناب کرو۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم، امام مالک، امام ابن القاسم مالکی، امام ابوالقاسم ابراہیم بن موسی شاطبی، امام ابوبکر محمد بن ولید طرطوشی مالکی، امام ابن الحاج، شاہ ولی اللہ احمد محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہوا کہ شریعت نے جن عبادات و اطاعات کو مطلق رکھا ہے ان میں اپنی طرف سے قیود لگانا یا ان کی کیفیت اور ہیئت کو بدل دینا یا ان کو اوقات معینہ کے ساتھ مخصوص کر دینا گویا دین کو بدل دینا ہے اور اسی کا نام تحریف دین ہے جو گمراہی کے ساتھ ساتھ بدترین بدعت بھی ہے اور سبیل المومنین کے خلاف بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، تبع تابعین، فقہاء، محدثین اور دوسرے ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم سے ایسا تکلف اور اہتمام ہرگز ثابت نہیں چنانچہ یہی وہ نکتہ ہے جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت شدہ مطلق عبادات

واطاعات میں اپنی طرف سے قیود عائد کرنے اوران کی ہیئت کے تبدیل کر دینے کو بدعت شمار کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز چاشت کی جماعت کو بدعت کہا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سبحان اللہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا وظیفہ مخصوص انداز میں پڑھنے والوں کوڈانٹ پلاتے ہوئے ان کے اس مخصوص کیفیت والے وظیفے کو گمراہی اور موجب ہلاکت قرار دیا تھا۔

لہٰذا سوال نامے میں مذکورہ کیفیت والے اعتکاف پر معترضین کے اعتراضات بجا اور درست ہیں کیوں کہ تجربہ اور مشاہدہ یہی ہے کہ آدمیوں کے ایسے ٹھٹھ جس سے میلے کا سماں دکھائی دے اور ایسے شور وشغب کے ماحول میں عبادت کی روح اور اس کے آثار وثمرات بالکل حاصل نہیں ہوتے اور سوا تھکاوٹ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا سلامتی کی راہ صرف یہ ہے کہ ان راتوں کی برکات حاصل کرنے اور اعتکاف کا مقصد اور سعادت سمیٹنے کے لیے اس طرح کی بھیڑ سے کنارہ کش ہو کر اور کھانے کی سہولت کے لالچ کیے بغیر پوری سادگی اور علیحدگی میں عبادت کی جائے نوافل پڑھے جائیں۔ ''اَللّٰھُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ'' کا وظیفہ بہ کثرت پڑھا جائے۔ تاہم امام شافعی رحمہ اللہ کے فتویٰ کے مطابق نوافل کی بجائے قرآن کی تلاوت افضل عمل ہے۔

مختصر یہ کہ مذکورہ تکلّفات وتقیدات اور اہتمام سے احتراز ازحد ضروری ہے، ورنہ یہ اہتمام وتقیدات اور تکلّفات شدہ اعمال عوام الناس کے نزدیک سنت کا روپ دھار لیں گے اور یوں ہم اہل حدیث کہلانے والے تحریف دین کے مرتکب ہو کر اپنی عاقبت برباد کر لیں گے۔ اگر یہ اہتمام، تکلّفات اور تقیدات شرعاً مستحسن ہوتے تو ہمارے گرامی قدر سلف صالحین رحمہم اللہ ان سے قطعاً غافل نہ رہتے۔

واللّٰہ الهادی الی الصراط السوی. هذا ما عندی واللّٰہ تعالی اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب فی یوم الحساب.



سفر حرمین سے واپسی

فاضل دوست محمد رمضان یوسف سلفی (فیصل آباد) گزشتہ دنوں عمرہ کی سعادت کے بعد حرمین شریفین سے واپس فیصل آباد تشریف لے آئے ہیں۔ اللہ کریم ان کا یہ سفر مبارک قبول فرمائے اور اللہ کریم سب مسلمانوں کو حرمین کی زیارت سے مشرف فرمائے۔ آمین

محمد سلیم چنیوٹی۔ 0333-4786507



احکام ومسائل

صدقۃ الفطر (فطرانہ)، عید الفطر اور صیام شوال کے احکام ومسائل

قاری طلحہ رشید (رفیق دار المعارف، لاہور)

انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود بھی خطا کا پتلا ہے، اس سے جس طرح سال بھر خطائیں سرزد ہوتی رہتی ہیں، اسی طرح سے اس ماہ مبارک رمضان کریم میں بھی اعمال میں کوتاہیاں اور کئی ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں کہ جن کی اگر معافی نہ ہو تو انسان کی رمضان میں کی ہوئی بڑی بڑی عبادات کا اجر بھی ضائع ہوسکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ماہ رمضان میں ہونے والے گناہوں کی بخشش اوران کے کیے ہوئے نیک اعمال کا کامل صلہ عطا کرنے کے لیے ایک ایسا نسخہ تجویز فرما دیا ہے کہ اس پر عمل کے نتیجے میں انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اجر غیر ممنون کا مستحق ٹھہرتا ہے، وہ عمل صدقہ فطر ہے، اس کے مسائل حسب ذیل ہیں:

فطرانے کے احکام:

❁......صدقۂ فطر ادا کرنا ہر مسلمان غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض ہے۔ (سنن نسائی، حدیث:۲۵۰۴)

❁......اس کا مقصد روزے دار کے گناہوں کا کفارہ اور غرباء ومساکین کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنا ہے۔
(سنن ابوداود، حدیث:۱۶۰۹)

❁......اس کی مقدار ایک صاع اناج (گندم، چاول، کھجور، پنیر، منقا) ہے جو تقریباً اڑھائی کلو بنتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث:۱۵۰۸)

❁......اس کے حق دار وہی لوگ ہیں جو زکات کے مستحق ہیں۔
(سنن ابن ماجہ:۱۸۲۷)

❁......اس کی ادائیگی کا وقت عید الفطر کی نماز ادا کرنے سے پہلے تک ہے۔ فطرانہ سے ایک یا دو دن قبل بھی دیا جاسکتا ہے۔
(صحیح بخاری، حدیث:۱۵۰۹)

❁......گھر کا سربراہ اہل خانہ کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔
(صحیح بخاری، حدیث:۱۵۱۱)

❁......عید الفطر کی نماز کے بعد ادا کیا جانے والا صدقہ، صدقۂ فطر نہیں بلکہ عام صدقہ شمار ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث:۱۸۲۷)

عید الفطر:

دورِ جاہلیت میں لوگوں نے خوشی منانے کے دو دن (نیروز اور مہرجان) مقرر کر رکھے تھے، ان دنوں میں وہ خوب کھیلتے کودتے اور موج مستی کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمھارے لیے دو دن تھے جن میں تم بے کار و بے مقصد کام کرتے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان کے بدلے دو بہترین دن عطا فرما دیے ہیں: ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ کا دن ہے۔'' (سنن نسائی، حدیث:۱۵۵۶)

یہ دو دن اُمت مسلمہ کے خوشی کے دن ہیں، مسلمان اپنی زندگی کے ہر معاملے میں پابندِ شریعت ہوتے ہیں، دین اسلام ان کی کامل راہ نمائی کرتا ہے۔ جہاں اس نے انھیں خوشی کا دن قرار دیا، وہاں ان دنوں کے احکام بھی بیان فرما دیے تا کہ اہل اسلام خوشیوں کے موقعوں پر بھی احکامات الٰہیہ کو پامال نہ کریں۔ عید الفطر کے سلسلے میں دی گئی نبوی ہدایات یہ ہیں:

✳......عید کے دن نہانا، خوش بو لگانا اور مسواک کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث:۱۰۹۸)

✳......اس دن اچھا لباس زیب تن کرنا چاہیے۔
(المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث:۷۶۰۹)

٭ ......عید کے دن روزہ نہیں ہے۔
(صحیح بخاری، حدیث:۱۹۹۰)
٭ ......اس دن عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے طاق تعداد میں کھجوریں کھانا مسنون عمل ہے۔(صحیح بخاری، حدیث:۹۵۳)
٭ ......عید کی نماز کھلے میدان میں ادا کرنا سنت ہے۔
(صحیح بخاری، حدیث:۹۵۶)
٭ ......البتہ آفات سماوی وارضی (بارش، آندھی، سیلاب) کے سبب مسجد میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔(سنن ابن ماجہ، حدیث:۱۳۱۳)
٭ ......خواتین کو بھی نماز عید عیدگاہ میں ادا کرنی چاہیے، آپ ﷺ نے اُن عورتوں کو جو مخصوص ایام میں ہوں، بغیر نماز کے مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونے کا حکم دیا ہے۔(صحیح بخاری، حدیث:۳۵۱)
٭ ......نمازِ عید کے لیے پیدل جانا اور اسی طرح واپس آنا نبی کریم ﷺ کا عمل مبارک تھا۔(سنن ابن ماجہ، حدیث:۱۲۹۴)
٭ ......عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے کثرت کے ساتھ تکبیریں کہنی چاہئیں۔(صحیح بخاری، حدیث:۹۷۱)
٭ ......تکبیر کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:
”اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.“
(مصنف ابن ابی شیبۃ، حدیث: ۵۶۵۳)
٭ ......عیدالفطر کی نماز کا وقت، نماز اشراق والا ہے۔
(سنن ابوداود، حدیث:۱۱۳۵)
٭ ......کھلے میدان میں نماز پڑھنے کے لیے سُترے کا اہتمام کرنا چاہیے۔(سنن ابن ماجہ، حدیث:۱۳۰۵)
٭ ......عید کی نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہے۔
(صحیح مسلم، حدیث:۸۸۵)
٭ ......نمازِ عید صرف دو رکعت ہے۔(سنن نسائی، حدیث:۱۴۲۰)
٭ ......نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نماز نہیں ہے۔
(سنن ابوداود، حدیث:۱۱۵۹)

٭ ......خطبہ عید، نمازِ عید کے بعد دینا مسنون ہے۔
(صحیح بخاری، حدیث:۹۵۸)
٭ ......عید کی نماز کی پہلی رکعت میں قراءت سے قبل سات اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں ہیں۔
(سنن ابوداود، حدیث:۱۱۴۹)
٭ ......نماز عید کی تکبیرات میں بھی رفع الیدین مشروع ہے۔
(مسند احمد:۱۸۸۴۸)
٭ ......عید کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیۃ پڑھنا مستحب ہے۔(صحیح مسلم، حدیث:۸۷۸)
٭ ......عید کے بعد باہم ملتے ہوئے ”تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنِّيْ وَمِنْكَ“ (اللہ تعالیٰ میری اور تمھاری عبادت قبول فرمائے) کے الفاظ کہنا درست ہیں۔(فتح الباری:۲/۴۴۶ طبع دارالمعرفۃ، بیروت)
٭ ......نمازِ عید کے لیے جاتے اور آتے ہوئے راستوں کو بدلنا سنت ہے۔(صحیح بخاری، حدیث:۹۸۶)
٭ ......اگر کسی شرعی عذر یا بیماری کے سبب کوئی عیدگاہ نہ جاسکے تو وہ خود ہی دو رکعت پڑھ لے۔(صحیح بخاری قبل الحدیث:۹۸۷)
٭ ......عید اگر جمعے کے دن ہو تو خطبہ عید سننے کے بعد جمعے کا خطبہ سننے میں رخصت ہے، ایسی صورت میں نماز ظہر ادا کی جائے گی۔(سنن نسائی، حدیث:۱۵۹۲)
٭ ......عید کے دن چھوٹے بچے، بچیوں کا دف بجانا، پاکیزہ اشعار پڑھنا اور ایسے کھیل کھیلنا جو جنگی تربیت اور جسمانی صحت کے لیے مفید ہوں، جائز ہیں۔(سنن نسائی، حدیث:۱۵۹۶، ۱۵۹۷)
٭ ......ایسے اشعار کا سننا اور ایسے کھیلوں کو دیکھنا بھی درست ہے۔(سنن نسائی، حدیث:۱۵۹۵-۱۵۹۷)
٭ ...... ڈھول ڈھمکے، گانے باجے اور بلا مقصد کھیلوں سے اجتناب لازمی اور ضروری ہے۔

صیام شوال:

۞...... چھ روزے رکھنے سے زندگی بھر کے روزوں کا ثواب۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے ساری زندگی روزے رکھے۔'' (سنن ابوداود، حدیث: ۲۴۳۳)

۞......شوال کے چھ روزے اگرچہ نفل ہیں لیکن ان کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس لیے انھیں رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

۞......ان روزوں کو شوال کے پورے مہینے میں مسلسل اور تسلسل کے بغیر، دونوں طرح رکھا جا سکتا ہے۔ البتہ آسانی رمضان کے متصل بعد پے در پے رکھنے میں ہے۔ (واللہ اعلم)

اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کے تمام اُمور میں کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، آمین۔



تاریخ اسلام — اسلام کی سب سے پہلی جنگ — قسط نمبر ۲

غزوۂ بدر (۱۷ رمضان ۲ھ)

فتح ونصرت الٰہیہ کی عظیم مثال

پروفیسر حافظ عبدالاعلیٰ درانی (بریڈفورڈ)

میدان جنگ کا نقشہ:

اس کے بعد رسول پاک ﷺ خود میدان جنگ میں تشریف لے گئے اور لشکر کی ترتیب فرمائی۔ وہاں آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے جا رہے تھے کہ کل یہ جگہ فلاں کافر کی قتل گاہ بنے گی اور اس جگہ فلاں مرا ہوگا۔ مشرکین نے اسلامی لشکر سے پہلے پہنچ کر بدر کے کنوؤں پر قبضہ کرلیا تھا اور وہ زمین بھی پختہ تھی۔ مسلمانوں کا لشکر جہاں ٹھہرا وہاں پانی بھی نہیں تھا اور زمین بھی ریتلی تھی جس پر پاؤں جمتا نہیں تھا۔ حالات غیر متوقع طور پر مایوس کن ہو رہے تھے۔ خوف کے مارے آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی۔ دلوں میں اندیشے اور وسوسے گھر کر چکے تھے۔ حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام میں ''صحرا کی دعا'' کے نام سے بڑی دلچسپ صورت کشی کی ہے ؎

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رک گئی آ کر
دعا کی دامن صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر
کہ اے صحرا کو آتش ناک چہرہ بخشنے والے!
رخ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشنے والے!
خبر کیا تھی اک دن ایسا آئے گا
کہ تیرا ساقیِ کوثر یہاں تشریف لائے گا
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے
بنایا جائے گا فرش عبادت میرے دامن کو
خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو
خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا
چھپا کر ایک گوشے میں مصفا حوض بھر رکھتا
وہ پانی ان مقدس میہمانوں کو پلا دیتا
میں اپنی تشنگی دیدار حضرت سے بجھا لیتا
مرے سر پر سے گزرا نوح کے طوفان کا پانی
تاسف ہے کہ مجھ سے ہوگئی اس وقت نادانی
اگر کرتا میں اس پانی کی تھوڑی سی نگہداری
تو ہوجاتا مری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری
یہ ستر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہوجاتے
مجاہد بھی وضو کرتے نہاتے غسل فرماتے
حضورِ ساقیِ کوثر میری کچھ لاج رہ جاتی
مری عزت مری شرم عقیدت آج رہ جاتی
ترے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی! حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے
اب اگر میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ اللعالمین سے شرم آئے گی
برائے چند ساعت ابر باراں بھیج دے یا رب!
بہاراں بھیج دے یا رب! بہاراں بھیج دے یارب!

باران رحمت کا نزال:

یہ مایوس کن صورت حال اس وقت خوشی میں بدل گئی جب یکا یک آسمان پر بادل چھا گئے اور اللہ کی مدد آگئی۔ باران رحمت نازل ہوگئی۔ اس بارش سے مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوا۔ ان کی تھکاوٹ دور

ہوگئی۔طبیعتوں میں شادابی آ گئی۔شیطان کے وسوسوں کی آلودگی دور ہوگئی ۔ ریتلی زمین پکے فرش کی طرح ہوگئی ۔ پینے کے لیے پانی حوض بنا کر جمع کرلیا گیا ۔ بارش میں نہانے سے صحت تروتازہ ہوگئی۔یوں وہاں قیام خوش گوار ہوگیا اور دل مضبوط ہوگئے ۔اور انھوں نے پیش قدمی کر کے دشمن کے قریب ترین چشمے پر پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔اور حوض بنا کر باقی تمام چشموں کو بند کردیا تاکہ کافروں کو پانی کی ترسیل بند ہوجائے۔اس بارش کا اللہ تعالیٰ نے سورت انفال میں یوں ذکر فرمایا:

''جب اللہ نے تم پر اپنی طرف سے اطمینان و بےخوفی کے لیے نیند طاری کردی اور تم پر آسمان سے بارش نازل فرمادی تاکہ تمھیں اس کے ذریعے سے پاک کردے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کردے اور تمھارے دل مضبوط کردے اور تمھارے قدم جمادے۔'' (الانفال:۱۱)

جب کہ یہی بارش کافروں کے لیے مایوسی کا سبب بن گئی۔ان کی پکی زمین کیچڑ میں تبدیل ہوگئی،ان کی پیش قدمی رُک گئی اور پانی کے چشمے ان کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانوں کے قبضے میں چلے گئے۔

قریشی کیمپ میں خوف و ہراس:

اس حالت میں کفار نے وادی بدر کے دہانے کے باہر اپنے کیمپ میں رات گزاری کہ خوف وحزن ان کے دلوں پر مسلط تھا۔نفسیاتی طور پر وہ جنگ لڑنے سے پہلے ہی ہار چکے تھے۔اور صبح اپنے تمام دستوں سمیت ٹیلے سے اتر کر بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ایک گروہ مسلمانوں کے حوض کی جانب بڑھا۔اس وقت صحابہ کرام میں بےچینی پھیل گئی۔وہ آگے بڑھ کر انھیں روکنا چاہتے تھے مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انھیں چھوڑ دو۔ان کفار میں سے جس نے بھی اس حوض سے پانی پیا وہ اس جنگ میں مارا گیا۔صرف حکیم بن حزام بچا جو بعد میں مسلمان ہوا اور بڑا اچھا مسلمان ہوا۔

پھر کفار نے مدنی لشکر کی قوت کا اندازہ لگانے کے لیے عمیر بن وہب جمحی کو روانہ کیا۔عمیر نے گھوڑے پر سوار ہوکر لشکر کا چکر لگایا۔پھر واپس جا کر بولا: کچھ کم یا کچھ زیادہ تین سو آدمی ہیں۔لیکن ذرا ٹھہرو میں دیکھ لوں ان کی کوئی کمین گاہ یا کمک تو نہیں؟ اس کے بعد وادی میں گھوڑا دوڑاتا ہوا دور تک نکل گیا۔لیکن اسے کچھ دکھائی نہ پڑا۔ چنانچہ اس نے واپس جا کر کہا: میں نے کچھ پایا تو نہیں لیکن اے قریش کے لوگو! میں نے بلائیں دیکھی ہیں جو موت کو لادے ہوئے ہیں ۔ یثرب کے اونٹ اپنے اوپر خالص موت سوار کیے ہوئے ہیں۔یہ ایسے لوگ ہیں جن کی ساری حفاظت اور ملجا و ماویٰ خود ان کی تلواریں ہیں، کوئی اور چیز نہیں ۔ خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ ان کا کوئی آدمی تمھارے آدمی کو قتل کیے بغیر نہ رہے گا اور اگر تمھارے خاص خاص افراد کو انھوں نے مار لیا تو اس کے بعد جینے کا مزہ ہی کیا ہے۔اس لیے ذرا اچھی طرح سوچ لو۔

ابوجہل کا دوبارہ اصرار:

اس موقع پر ابوجہل کے خلاف، جو معرکہ آرائی پر تُلا ہوا تھا، ایک اور جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا۔جس میں مطالبہ کیا گیا کہ جنگ کیے بغیر مکہ واپس جائیں ۔حکیم بن حزام نے عتبہ بن ربیعہ کو بھی واپسی پر آمادہ کرلیا۔پھر عتبہ نے کھڑے ہوکر تقریر کی اور کہا کہ اے قریش کے لوگو! تم محمد اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ لڑائی کرکے کوئی کارنامہ سرانجام نہ دوگے۔اگر تم نے انھیں مار بھی لیا تو صرف ایسے ہی چہرے دیکھنے کو ملیں گے جنھیں دیکھ کر تمھیں کوئی خوشی نہ ملے گی کیوں کہ تم نے اپنے ہی کسی چچیرے بھائی کو،کسی خالہ زاد کو،یا اپنے ہی کنبے قبیلے کے کسی آدمی کو قتل کیا ہوگا۔اس لیے واپس چلو۔لوگ عتبہ کی اس تقریر سے بہت متاثر ہوئے۔اس کے بعد عتبہ نے حکیم سے کہا تم ابوجہل کے پاس جاؤ اور اسے میری تجویز پر قائل کرو۔لیکن ابوجہل یہ تجویز سن کر بھڑک اٹھا اور عتبہ کے لیے طعن آمیز گفتگو کرنے لگا۔ابوجہل نے جب بازی پلٹتے دیکھی تو اس خوف سے کہ کہیں یہ معارضہ طاقت ور نہ ہوجائے، فوراً عامر بن حضرمی کو بلایا اور اسے اس کے بھائی عمرو بن حضرمی کے قتل کی

یاد دلائی جو وہ سریہ عبداللہ بن جحش میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔اور کہا کہ دیکھو تمھارا حلیف عتبہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو واپس مکہ لے جائے کیوں کہ اس کا ایک بیٹا مسلمان ہو کر اسلامی فوج میں شامل ہے۔لہٰذا اس سے پہلے کہ عتبہ جنگ سے کنی کترا جائے اور لوگوں کو مکہ واپسی پر آمادہ کردے تم اپنے مقتول بھائی کے قتل کی دہائی دو۔اس پر عامر نے کپڑے پھاڑ کر عمرو کی دہائی دی۔اس پر لوگ پُر جوش ہو گئے اور عتبہ اور حکیم کی چلائی ہوئی مہم ناکام ہو گئی۔یوں اللہ کا وعدہ پورا ہو گیا اور کفر کو رہتی دنیا تک ذلیل وخوار کرنے کے اسباب مہیا ہو گئے۔

دونوں لشکر آمنے سامنے:

اس کے بعد کفار کے لشکر نے پیش قدمی شروع کر دی اور دونوں فوجیں ایک دوسرے کو دکھائی دینے لگیں۔کفار کا جاہ وحشم اور فخر وغرور دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! یہ قریش ہیں جو پورے تکبر وتفخر کے ساتھ تیری مخالفت کرتے اور تیرے نبی کو جھٹلاتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔اے اللہ: تیری مدد، جس کا تُو نے وعدہ کیا ہے۔اے اللہ: آج ان کے چہرے آلودہ فرما دے۔

لشکر کو احکام کی تابع داری کی تلقین:

صفوں کی درستی کے بعد آنحضور ﷺ نے لشکر والوں کو ہدایت فرمائی کہ جب تک آپ ﷺ کے آخری احکام موصول نہ ہو جائیں، جنگ شروع نہ کی جائے۔اور جب کفار تمھارے قریب آ جائیں تب ان پر تیر چلانا۔اور اپنے تیر بچانے کی کوشش کرنا۔اور جب تک وہ تم پر چھا نہ جائیں تلوار نہ کھینچنا۔(ابوداود)

اس ہدایت کا ایک مقصد تو اسلحہ بچانا تھا اور دوسرا لشکریوں کو تازہ دم رکھنا تھا۔تاکہ کفار جب ہانپ جائیں تو مسلمانوں کے تازہ دم لشکر کو اُن پر قابو پانا آسان ہو جائے۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر اپنے عریش میں تشریف لے گئے۔اور حضرت ابوبکر برہنہ شمشیر لے کر حفاظت پر کمر بستہ ہو گئے۔یہ ایسا معرکہ خیز وقت تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کو 'أشجع الناس'' (سب سے بڑھ کر بہادر) کا لقب دیا۔رسول اللہ ﷺ کی پاسبانی ان حالات میں کوئی معمولی حوصلے کا آدمی سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔اور یہ تو قسمت کی بات ہے کہ سخت سے سخت حالات میں بھی ایسی ہستی کی پاسبانی کی سعادت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے حصے میں آئی ع

ایں سعادت بہ زور بازو نیست

عرب کا طریق جنگ:

اہل عرب کا عام قاعدہ تھا کہ فوجوں کی عام لڑائی سے پہلے بڑے بڑے جگادری ایک دوسرے کو دعوت مبارزت دیتے۔اور جب مقابلہ شروع ہو جاتا تو عام فوجی مداخلت نہیں کیا کرتے تھے۔بالعموم اسی مبارزت کے نتیجے میں جنگ جیتی یا ہاری جاتی تھی۔چنانچہ میدان بدر میں سب سے پہلے کافروں میں سے اسود بن عبدالاسد مخزومی کام آیا۔یہ شخص بڑا بدخلق اور اڑیل تھا۔للکارتا ہوا میدان میں نکلا کہ واللہ! میں مسلمانوں کے حوض کا پانی پی کر رہوں گا۔اس کو روکنے کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔دونوں کی پانی کے حوض پر مڈبھیڑ ہوئی۔حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایسی تلوار ماری کہ اس کا پاؤں نصف پنڈلی سے کٹ کر اُڑ گیا۔اور وہ پیٹھ کے بَل گرا۔لیکن باز نہیں آیا۔گھٹنوں کے بل گھسٹ کر حوض کی طرف بڑھا اور اس میں داخل ہی ہوا چاہتا تھا کہ اپنی قسم پوری کر لے، اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے دوسری بھرپور ضرب لگائی اور اسے ڈھیر کر دیا۔یہ اس معرکے کا پہلا قتل تھا۔

اس کے بعد لشکر کفار سے ربیعہ کے دو بیٹے: عُتبہ، شیبہ اور عتبہ کا بیٹا ولید تینوں شہسواروں نے مبارزت کا اعلان کیا۔ان کے مقابلہ کے لیے انصار کے تین جوان: عوف بن حارث اور معوذ بن حارث رضی اللہ عنہما (یہ دونوں بھائی تھے اور ان کی ماں کا نام عفراء رضی اللہ عنہا تھا) اور تیسرے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نکلے۔لیکن کفار نے کہا ہم اپنے چچیرے بھائیوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔تب آنحضور ﷺ کے حکم سے حضرت عبیدہ بن حارث، حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم

نکلے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مدمقابل ولید بن عتبہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مدمقابل شیبہ بن ربیعہ کا ایک ہی ہلے میں کام تمام کردیا۔حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن ربیعہ کا مقابلہ جاری تھا۔حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ زخمی ہوچکے تھے۔اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آن پہنچے۔انھوں نے آگے بڑھ کر عتبہ کو جہنم رسید کردیا اور ابوعبیدہ کو اٹھا کر اپنے کیمپ میں لے آئے۔ان کا علاج معالجہ کیا جاتا رہا لیکن چوتھے یا پانچویں دن بدر سے واپسی پر وادی صفراء پہنچ کر یہ شہادت پا گئے۔

اس مبارزت کا انجام مکی لشکر کے حق میں بہت برا ثابت ہوا کہ وہ آغاز جنگ ہی میں اپنے چار کمانڈروں اور شہ زوروں سے محروم ہوگئے۔تب انھوں نے بے قابو ہو کر عام حملے کا اعلان کردیا۔مسلمانوں نے آنحضور ﷺ کی بنائی ہوئی جنگی پالیسی کے مطابق صرف دفاعی پوزیشن ہی اختیار کیے رکھی۔مشرکین بڑے جوش وخروش سے لڑ رہے تھے لیکن مسلمان ابھی تک کوئی خاص سرگرمی نہیں دکھا رہے تھے۔اس کے باوجود مشرکین کا نقصان کافی زیادہ ہو رہا تھا۔

آنحضور ﷺ کی دعا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بے قراری:

جب لڑائی شروع ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاک پروردگار سے نصرت و مدد کا وعدہ پورا کرنے کی دعا مانگنا شروع کردی: اے اللہ! تُو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اسے پورا فرما دے۔اے اللہ! میں تجھ سے تیرا عہد اور تیرے وعدے کا سوال کر رہا ہوں۔

پھر جب گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی،نہایت زور کا رن پڑا اور لڑائی شباب پر آ گئی تو آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: ''اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہوگیا تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔'' آپ ﷺ نے اس قدر تضرع کے ساتھ دعا جاری رکھی یہاں تک کہ دونوں کندھوں سے چادر گرگئی۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر درست کی اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! بس فرمایئے،آپ (ﷺ) نے اس قدر عاجزی سے دعا کی ہے،یہ ہرگز رائیگاں نہیں جائے گی۔اتنے میں حق تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول شروع ہوا:

❁......'' میں تمھاری مدد پے درپے اترنے والے ہزار فرشتوں سے کر رہا ہوں۔'' (الانفال:۸)

❁......'' اور حق تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمھارے ساتھ ہوں،تم اہل ایمان کے قدم جماؤ میں کافروں کے دل میں ان کا رعب ڈال دوں گا،تم ان کافروں کی خوب گردنیں مارو اور ان کی انگلیوں کے پوروں پر ضربیں لگاؤ۔''

(الانفال:۱۲)

اسی دوران آنحضور ﷺ کو جھپکی آئی،آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا: ابوبکر! خوش ہوجاؤ۔تمھارے پاس اللہ کی مدد آ چکی ہے۔یہ جبریل ہیں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے اور اس کے آگے آگے چلتے ہوئے آ رہے ہیں۔اور گرد وغبار میں اٹے ہوئے ہیں۔(صحیح مسلم)

اس ارشاد میں کتنا اعزاز و اکرام تھا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے کہ انھی کے نام آسمان سے پیغام آ گیا۔

جنگ کی ترغیب اور بھرپور حملے کا حکم:

اس کے بعد رسول اقدس ﷺ چھپر سے باہر تشریف لائے۔آپ ﷺ نے زرہ پہن رکھی تھی۔آپ ﷺ پُر جوش طور پر آگے بڑھ رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ [القمر:٤٥]

''عنقریب یہ جتھا شکست کھا جائے گا اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک مٹھی میں کنکریلی مٹی لی اور قریش کی طرف رخ کر کے فرمایا: ((شاھت الوجوہ.)) یعنی چہرے بگڑ جائیں۔اور ساتھ ہی مٹی ان کے چہروں کی طرف پھینک دی۔پھر مشرکین میں سے کوئی بھی نہیں تھا جس کی دونوں آنکھوں، ناک اور منہ میں اس ایک مٹھی مٹی میں سے کچھ نہ کچھ گیا نہ ہو۔اس کی بابت حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾ [الانفال:۱۷]

''جب آپ نے پھینکا تو درحقیقت آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بھرپور حملے کا حکم دیا فرمایا کہ چڑھ دوڑو، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، جو کوئی ڈٹ کر لڑے گا، ثواب سمجھ کر، آگے بڑھ کر اور پیچھے نہ ہٹ کر لڑے گا اور مارا جائے گا، اللہ اسے جنت میں ضرور داخل کرے گا۔

آپ ﷺ نے قتال پر ابھارتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ﴾ [ال عمران: ۱۳۳]

''اپنے رب کی اس جنت کی طرف بڑھو جس کی پہنائیاں آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہیں''۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جوش و جذبے کے ساتھ کفار پر جھپٹ پڑے۔

بہ حکم الٰہی فرشتوں کا نزول:

جب آنحضور نے بہ نفس نفیس زرہ پہن کر جنگ میں شرکت کی اور مسلمانوں کو قتال پر اُبھارا اور پورے یقین و صراحت کے ساتھ فرما رہے تھے:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ [القمر:۴۵]

''عنقریب یہ جتھا شکست کھا جائے گا اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔''

اس سے مسلمانوں کے حوصلے بہت بلند ہوگئے اور اللہ کے فرشتوں نے بھی ان کی مدد کی۔ چنانچہ ابن سعد کی روایت میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس دن ایک آدمی کا سر کٹ کر گرتا اور پتا نہ چلتا کہ کس نے کاٹا ہے اور آدمی کا ہاتھ کٹ کر گرتا اور یہ پتا نہ چلتا کہ کس نے کاٹا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک اس مشرک کے اوپر ایک کوڑے کی مار پڑنے کی آواز آئی۔ اور ایک شہسوار کی آواز سنائی پڑی جو کہہ رہا تھا کہ حیزوم! آگے بڑھ۔ مسلمان نے مشرک کو اپنے آگے دیکھا کہ وہ چت گرا، لپک کر دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ کا نشان تھا۔ چہرہ پھٹا ہوا تھا جیسے کوڑے سے مارا گیا ہو۔ اس انصاری مسلمان نے آکر رسول اللہ ﷺ کو یہ ماجرا بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔ (مسلم)

مشرکین کی دعا اور قبولیت:

دوسری طرف ابوجہل بھی دعا مانگ رہا تھا کہ ''اے اللہ! ہم میں سے جو فریق قرابت کو توڑنے والا ہے، غلط راستہ اپنانے والا ہے اسے تُو آج توڑ دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جو فریق تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے، اس کی مدد فرما۔'' آج بدر کے دن اس کی دعا قبول ہوئی اور حق تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کو فتح عطا فرمادی۔ اسی بات کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا گیا:

''اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو تمھارے پاس فیصلہ آچکا اور اگر تم باز آجاؤ تو یہی تمھارے لیے بہتر ہے لیکن اگر تم پہلے جیسی حرکت پر پلٹو گے تو ہم بھی تمھاری سزا کی طرف پلٹیں گے اور تمھارا جتھا کچھ فائدہ نہ دے سکا اگرچہ تم زیادہ ہی ہو۔'' (الانفال:۱۹)

(جاری ہے)

اعلانِ تعطیلات عید الفطر ۱۴۳۵ھ

عید الفطر ۱۴۳۵ھ کی تعطیلات کے سلسلے میں دفتر ہفت روزہ الاعتصام اور محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری مورخہ ۲۸ ر جولائی تا یکم اگست ۲۰۱۴ء بروز پیر تا جمعۃ المبارک بند رہے گی۔ نیز ہفت روزہ الاعتصام کا شمارہ نمبر ۳۱ مورخہ یکم اگست کے بجائے ۹ ر اگست ۲۰۱۴ء کو اشاعت پذیر ہوگا۔ ان شاء اللہ قارئین و ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔ قارئین الاعتصام کو عید الفطر کی خوشیاں مبارک ہوں۔ تقبل اللہ منا و منکم ۔ (ادارہ)

سیرت وسوانح

سیدین کریمین

قسط نمبر ② آخری

سید احمد بریلوی رحمہ اللہ - شاہ اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ

(تاریخ وفات: ۵مئی ۱۸۳۱ء)

عبدالرشید عراقی

مولانا شاہ محمد اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ:

مولانا شاہ محمد اسماعیل بن مولانا شاہ عبدالغنی دہلوی بن مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی بن مولانا عبدالرحیم عمری دہلوی کا شمار برصغیر پاک و ہند کے علمائے کبیر میں ہوتا ہے۔ علم وفضل، زہد وورع، تقویٰ وطہارت، عدالت و ثقاہت، شجاعت و بسالت، ذکاوت و فطانت، امانت ودیانت اور حفظ وضبط میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ خاندان شاہ ولی اللہ دہلوی کے گل سرسبد تھے۔ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

''ہر یکے از ایشاں بےنظیر وقت وفرید دہر، وحید عصر در علم وعمل وعقل وفہم وقوت تقریر وفصاحت تحریر وورع وتقویٰ و دیانت وامانت ومراتب ولایت بود وہم چنیں اولا د اولا د ایں سلسلہ از طلائے ناب است۔'' (اتحاف النبلاء، ص: ۴۴۰)

''اس خاندان کا ہر فرد علم وعمل، عقل وفہم، زورِ تقریر، فصاحتِ تحریر، ورع وتقویٰ، دیانت وامانت، اور مراتب ولایت میں یگانہ روزگار، فرید دہر اور وحید عصر تھا۔ ان کی اولاد کی اولاد بھی انھی درجاتِ بلند پر فائز تھی۔ یہ ایک زریں سلسلہ تھا۔''

علم وفضل:

مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی علم وفضل کے اعتبار سے جامع الکمالات تھے۔ ان کے علم وفضل میں جامع الکمالات ہونے کا اعتراف برصغیر کے نامور مصنفین، ارباب سیر، تذکرہ نگاروں اور اہل قلم نے کیا ہے۔ مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی (م ۱۳۴۱ھ) فرماتے ہیں:

''محترم عالم کبیر علامہ مجاہد فی سبیل اللہ شہید اسماعیل بن عبدالغنی بن ولی اللہ بن عبدالرحیم عمری دہلوی ذہانت، سمجھ داری، بہادری، قوتِ نفس، دین کے معاملات میں سختی کے اعتبار سے افراد دنیا سے ایک آدمی تھے۔ ان کی ولایت اور جلالت پر تمام صالح شیوخ کا اتفاق ہے۔ آپ نے بہت سی مردہ سنتوں کو زندہ کیا اور بے شمار بدعات ومحدثات اور شرکیہ اُمور کو ختم کیا۔'' (نزہۃ الخواطر)

مولوی رحمان علی بریلوی لکھتے ہیں:

''ابن مولوی عبدالغنی بن مولانا شاہ ولی اللہ در ریاضت و رسائی فکر یگانہ روزگار ومشارالیہ علمای کبار بود۔''

''شاہ عبدالغنی کے یہ فرزند (شاہ اسماعیل) اور شاہ ولی اللہ کے پوتے دیانت اور فہم وفکر میں یگانہ روزگار تھے۔ حلقہ علمائے کبار میں مشارالیہ تھے۔'' (تذکرہ علمائے ہند، ص: ۱۷۹)

علامہ اقبال (م ۱۹۳۸ء) فرمایا کرتے تھے:

''ہندوستان نے ایک مولوی پیدا کیا اور وہ مولوی شاہ محمد اسماعیل کی ذات تھی۔''

(اسکیٹس آف شاہ اسماعیل شہید، ص: ۴۴)

متکلم اسلام مولانا محمد حنیف ندوی (م ۱۹۸۷ء) کا قول ہے:

''مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی فرزند توحید تھے۔''

(مقدمہ تذکرہ امام اسماعیل شہید دہلوی از مولانا محمد خالد سیف فیصل آبادی)

ڈاکٹر ثریا ڈار مرحومہ لکھتی ہیں:

''شاہ صاحب ایک جید عالم دین، دینی مفکر، قاطع بدعت، بلند پایہ مبلغ اور عظیم مجتہد تھے۔ وہ غیر معمولی علمی وسعت کے

مالک، ذہین وفریس، دین سے انتہائی محبت رکھنے والے اور متقی و پرہیز گار تھے۔ اسلام کی تبلیغ کے لیے حیرت انگیز شجاعت، قلبی و اخلاقی بلندی اور بے پناہ بصیرت کے مالک تھے۔'' (شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اوران کی علمی خدمات،ص:۱۸۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) مولانا شاہ اسماعیل کی وسعت علم، ذوق مطالعہ اوران کی تبلیغی مساعی (اشاعت توحید وسنت اور تردید شرک و بدعت) سے خوش ہوکر اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اُٹھاتے اورفرماتے:

''الحمد للّٰہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل و اسحاق.''

(الحیاۃ بعد المماۃ، ص:۱۰۸)

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل (بھتیجا) اوراسحاق (نواسہ) عطا کیے۔''

مولانا فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ) مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے معاصر تھے۔ اور متعدد مسائل میں شاہ صاحب کے سخت مخالف تھے۔ جب انھیں دہلی میں حضرت شاہ صاحب کی وفات کی اطلاع ملی تو سن کر بے اختیار رونے لگے اوراس کے بعد فرمانے لگے:

''اسماعیل کو ہم مولوی نہیں جانتے تھے بلکہ وہ اُمت محمدیہ کا حکیم تھا۔کوئی شے نہ تھی جس کی اہمیت اور حقیقت اس کے ذہن میں نہ ہو، امام رازی نے اگر علم حاصل کیا تو دودِ چراغ کھا کراور اسماعیل نے محض اپنی قابلیت اوراستعداد خداداد سے۔'' (الحیاۃ بعدالمماۃ،ص:۱۱۰)

ولادت وتعلیم:

حضرت شاہ اسماعیل رحمہ اللہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۲/اپریل ۱۷۷۹ء دہلی میں پیدا ہوئے۔ چھ سال عمر ہوئی تو آپ کے والدمحترم مولانا شاہ عبدالغنی دہلوی نے ایک بزرگ معلّم کے حوالے کیا جنھوں نے آپ کوقرآن مجید پڑھانا شروع کیا۔آٹھ سال کے ہوئے تو آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا۔اس کے بعد آپ نے اپنے والدمحترم سے صرف ونحواور فقہ کی تمام کتابیں پڑھیں۔

۱۲۲۷ھ میں آپ کے والدمحترم نے رحلت فرمائی تو آپ نے علوم اسلامیہ کی تعلیم اپنے تایا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (م۱۲۳۳ھ) سے حاصل کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کوذہانت وقوت حفظ کا عطیہ بخشا تھا۔آپ نے بہت جلد تمام علوم اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اُصول فقہ اور دوسرے علوم: ریاضی، اقلیدس، فلسفہ اور منطق وغیرہ میں بھی مہارت تامہ حاصل کرلی۔ان کی علمی قابلیت اور ذہانت کے بارے میں مولانا سیدنواب صدیق حسن خان (م۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں:

''یعنی علوم معقول ومنقول میں اس درجہ ماہر تھے کہ انھیں دیکھ کر پرانے لوگوں کی یاد ذہن سے نکل جاتی۔فروع واصول میں مہارت کا یہ عالم تھا کہ اس کے آئمہ سے بھی بڑھ گئے تھے جس علم کے بارے میں آپ نے ان سے بات کی یہ جانا کہ یہ اس کے امام ہیں اور جس فن میں آپ ان سے مصروفِ گفتگو ہوئے یہ محسوس کیا کہ یہ اس کے حافظ ہیں۔اُصول فقہ نوک زبان تھا۔ اور قواعد حساب کو چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے۔علوم قرآن وحدیث ان کے سینے میں محفوظ تھے اورفقہ وفنون میں انھیں پوری مشق حاصل تھی۔''

(اتحاف النبلاء،ص:۴۱۷)

سپاہیانہ ورزشیں:

علم وفضل میں اعلیٰ وارفع ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ اسماعیل جسمانی ورزشیں یعنی فن شہ زوری، بنوٹ، بندوق زنی، تیراکی، تپتی ہوئی زمین پر گھٹنوں ننگے پاؤں چلنا اور سردیوں کے موسم میں رات کے وقت بغیر گرم لباس پہنے ننگے پاؤں ٹہلتے رہنا ان کا معمول تھا۔

حضرت شاہ اسماعیل رحمہ اللہ بہ طور واعظ:

حضرت شاہ اسماعیل رحمہ اللہ بہت بڑے واعظ، خطیب اور مقرر تھے۔ اُنھوں نے وعظ وتبلیغ کا سلسلہ جامع مسجد دہلی سے شروع کیا۔ آپ کا وعظ قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ہوتا اور بڑا پُر اثر ہوتا تھا۔ ان کا وعظ سننے کے بعد بے شمار لوگ راہ راست پر آگئے۔ آپ آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں شرک و بدعت اور جاہلانہ رسوم کی تردید فرمایا کرتے تھے اور توحید وسنت کے سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین فرماتے۔ فصاحت و بلاغت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے تایا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) فرمایا کرتے تھے:

''میری تقریر اسماعیل نے لے لی، تحریر رشید الدین نے اور تقویٰ اسحاق نے۔'' (تواریخ عجیبہ، ص:۱۴۲)

اہل بدعت کی مخالفت:

حضرت شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کے وعظ سے لوگ راہ راست پر آنے لگے اور آہستہ آہستہ غیر شرعی رسومات کو چھوڑنے لگے تو اہل بدعت نے مخالفت شروع کر دی۔ اور مخالفت میں مولوی فضل حق خیر آبادی (غالی مقلد، م ۱۲۷۸ھ) پیش پیش تھے۔ اور مولوی صاحب موصوف اس وقت ریذیڈنسی میں سررشتہ کے منصب پر فائز تھے۔ اُنھوں نے انگریز ریذیڈنٹ سے شاہ اسماعیل شہید کا وعظ بند کرا دیا۔ چنانچہ چالیس دن تک حضرت شاہ صاحب وعظ نہ کر سکے۔ آخر شاہ صاحب نے خود کوشش کر کے دوبارہ وعظ و تقریر کرنے کی انگریز ریذیڈنٹ سے اجازت حاصل کر لی۔

تحریک جہاد اور حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ سے بیعت:

دہلی میں تبلیغ کے دوران جب پنجاب میں مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم کی خبریں آنے لگیں۔ اسی زمانے میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) نے ہندوستان کے متعلق یہ فتویٰ دیا کہ ہندوستان دار الحرب ہے، دار السلام نہیں ہے۔ تو مولانا شاہ اسماعیل دہلوی نے حضرت سید احمد بریلوی کی بیعت کر لی۔ اور یہ دونوں بزرگان دین ہندوستان کو دار الحرب سے دار السلام بنانے میں مستعد ہو گئے اور تحریک جہاد شروع کر دی جس کے دور رس نتائج نکلے۔

حضرت شاہ اسماعیل نے حضرت سید احمد کے ساتھ ہندوستان کے کئی شہروں کے دورے کیے اور مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی۔ مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

''حضرت سید احمد شہید کے ساتھ شہروں اور دیہاتوں میں گھومے جس سے بے حد وحساب مخلوق نے فائدہ اُٹھایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہ اس طرح حضرت سید احمد کے ساتھ رہے جیسے وزیر ایک امام کے ساتھ رہتا ہے کہ یہ لشکر کو تیار کرتے اور جنگوں میں حضرت سید صاحب کے ساتھ شریک ہوتے۔'' (نزہۃ الخواطر)

تصانیف:

حضرت مولانا شاہ اسماعیل دہلوی جہاں ایک بہت بڑے واعظ، خطیب، مقرر، مصلح، مجاہد فی سبیل اللہ، قاطع شرک و بدعت، محی السنۃ اور جید عالم دین تھے وہاں آپ عربی، فارسی اور اُردو کے مایہ ناز مصنف بھی تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف کا مختصر تعارف ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

تصانیف کا مختصر تعارف:

۱: **رد الاشراك** (عربی): یہ کتاب ایک مقدمہ اور دو ابواب پر مشتمل ہے جس میں شرک کی متعدد اقسام بیان کی گئی ہیں اور ہر قسم کی قرآن وحدیث کی روشنی میں تردید کی گئی ہے۔

۲: **تقوية الايمان** (اُردو): یہ کتاب رد الاشراک کے پہلے حصے کا اُردو ترجمہ ہے۔ اور بڑی لاجواب اور بے نظیر کتاب ہے۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی چھتیس آیات اور تینتالیس احادیث نبویہ ﷺ سے دلائل پیش کر کے شرک و بدعت کی تردید کی ہے۔ آیات قرآنی اور احادیث نبویہ

کے علاوہ کسی امام یا کسی مجتہد اور فقیہ کا قول نقل نہیں کیا گیا۔اس کتاب کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) فرماتے ہیں:

''اس (تقویۃ الایمان) سے بہت ہی نفع ہوا۔ چنانچہ مولوی اسماعیل رحمہ اللہ کی حیات ہی میں دواڑھائی لاکھ آدمی درست ہوگئے تھے۔اوران کے بعد جونفع ہوااس کا تو اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔''(امیر الروایات در مجموعہ حکایات اولیاء،ص:۹۲)

یہ کتاب اب تک لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوچکی ہے۔

تقویۃ الایمان کی دعوتِ توحید نے برصغیر میں شرک وبدعت کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کردیا۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۲۴۲ھ میں مطبع احمد کلکتہ سے شائع ہوئی۔

۳: **تذکیر الاخوان** (اُردو): یہ کتاب ردالاشراک کے دوسرے حصے کا ترجمہ ہے۔حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس رسالے کا نام ''تقویۃ الایمان'' رکھا۔ اور اس میں دوباب ٹھہرائے: پہلے باب میں بیان توحید کا اور برائی شرک کی اور دوسرے باب میں اتباع سنت کا اور برائی بدعت کی۔''

(تقویۃ الایمان،ص:۴)

۴: **تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین** (عربی): اس کتاب میں حضرت شاہ اسماعیل رحمہ اللہ نے متعدد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نماز میں رفع الیدین کرنے کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔اورآخری باب میں تقلید اورعدم تقلید کے مسئلے پر مدلل بحث کی ہے۔اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ ہوچکا ہے اورمطبوع ہے۔

نوٹ: اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد اس کی تردید میں حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کے ایک شاگرد مولوی محمد شاہ پاک پٹنی (غالی مقلد) نے ''تنویر الحق'' کے نام سے جواب لکھا جس میں تقلید شخصی کے جائز ہونے پر سطحی قسم کے دلائل پیش کیے۔تنویر الحق کی تردید میں حضرت شیخ الکل میاں صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے ''معیار الحق'' کے نام سے جواب لکھا جس میں اپنے شاگرد کے دلائل کا رد کیا۔''معیار الحق'' کی علمیت کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) فرماتے ہیں:

''مجھ پر معیار الحق کی سنجیدہ اور وزنی بحث کا بہت اثر پڑا۔ اور صاحب ارشاد الحق (انتصار الحق) کا علمی ضعف صاف صاف نظر آگیا۔''

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی،ص:۳۶۶)

''معیار الحق'' کے جواب میں مولوی ارشاد حسین رام پوری (مقلد،م ۱۳۲۲ھ) نے ''انتصار الحق'' کے نام سے کتاب لکھی اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کیا کہ کوئی غیر مقلد عالم دین میری اس کتاب کا جواب نہیں دے سکے گا۔مولوی ارشاد حسین رام پوری کی یہ خام خیالی تھی۔حضرت شیخ الکل رحمہ اللہ کے چار تلامذہ نے ''انتصار الحق'' کا جواب لکھا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔**براھین اثنا عشر** :مولانا امیر حسن سہسوانی (م ۱۲۹۱ھ) نے ایک دن میں جواب میں لکھا اور اس کی ایک نقل مولانا عبدالحی لکھنوی کو بھی بھجوائی۔(تراجم علمائے حدیث ہند)

۲۔**تلخیص الانظار فی مابنی علیه الانتصار** :ازمولانا سید احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ)۔

۳۔ **اختیار الحق به جواب انتصار الحق** :ازمولانا احتشام الدین مرادآبادی (صاحب نصیحۃ الشیعہ ،م ۱۹۱۳ء)۔

۴۔ **بحرزخار**:ازمولانا مشہور الحق عظیم آبادی۔

وفات:

حضرت شاہ اسماعیل نے ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۵ مئی ۱۸۳۱ء کوحضرت سید احمد بریلوی کے ہمراہ مقام بالاکوٹ سکھوں سے جنگ کرتے ہوئے وفات پائی اور بالاکوٹ ہی میں دفن ہوئے ،اناللہ واناالیہ راجعون ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدار رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اپیل برائے خریداری پلاٹ مسجد

ایک عرصہ سے جامع مسجد مدینہ اہلحدیث پیرودھائی راولپنڈی میں جگہ کی قلت کی وجہ سے نمازی خواتین وحضرات مسجد سے واپس چلے جاتے تھے اشد ضرورت کی بنا پر مسجد کے ساتھ والا 12 مرلہ کا پلاٹ 20 لاکھ بیعانہ دیکر خرید لیا گیا ہے۔اور الحمداللہ قبضہ لیکر نمازیں شروع کر دی گئی ہیں۔جسکی مالیت 12000000 ایک کروڑ بیس لاکھ ہے بقایہ رقم 1000000 ایک کروڑ 13 نومبر 2014 تک ادا کرنی ہے۔دن 12 بجے سے لیکر رات 10 بجے تک کسی بھی وقت تشریف لائیں اوراپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں کہ تقریباً پانچ سے آٹھ ہزار نمازی نماز ادا کرتے ہیں۔لہذا اس کار خیر میں اپنا حصہ ضرور ڈالیں۔

برائے رابطہ:

سردار حاجی محمد بشیر امیر مسجد
0300-5312822
ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہلحدیث راولپنڈی:

ڈاکٹر شبیر احمد (فنانس سیکرٹری)
0333-5496770

الائیڈ بینک اکاؤنٹ نمبر 0010030014730016 برانچ کوڈ 0337

کنوینر تحریک دعوتِ توحید کے سالانہ تبلیغی دورہ جات کی تفصیل

2013ء رمضان المبارک تا 2014ء رمضان المبارک

تعداد دورہ جات: 214 ٹوٹل سفر تقریباً (85000) پچاسی ہزار کلومیٹر

تاریخ	دن	وقت + مسجد + مقام
26-08-2013	اتوار	مغرب: گوہڑ نزد پتوکی
29-08	بدھ	عشاء: مسجد اہلحدیث کھوکھر کی گوجرانوالہ
30-08	جمعرات	عصر: نزد چونیاں
10-09	منگل	عشاء: مسجد توحید محلّہ دار السلام بہاولپور شہر
11-09	بدھ	عصر: اُوچ شہر ہوٹل
13-09	جمعہ	مرکزی مسجد منڈی یزمان بہاولپور
14-09	ہفتہ	مغرب: مسجد مزمل کوٹ لکھپت لاہور
21-09	ہفتہ	مغرب: فیصل آباد شہر
22-09	اتوار	مغرب: مسجد رحمانیہ ٹاؤن شپ لاہور
27-09	جمعہ	عشاء: مسجد اہلحدیث گرجاکھ گوجرانوالہ
28-09	ہفتہ	جامعہ رحمانیہ 14 نمبر چونگی ملتان
		صوبہ سندھ
4-10	جمعہ	لطیف آباد حیدر آباد سندھ
5-10	ہفتہ	ظہر: دنیا پور شہر مرکزی مسجد + مغرب: بہاولپور شہر
6-10	اتوار	ظہر: مدرسہ محمدیہ میرپور متھیلو + مغرب: مرکزی مسجد پنوں عاقل + عشاء: مرکزی مسجد مارچ بازار سکھر شہر
7-10	سوموار	ظہر: گوٹھ آرائیاں نزد لاڑکانہ + عصر: مرکزی مسجد کھٹانہ روڈ لاڑکانہ شہر + عشاء: اُستا محمد شہر
8-10	منگل	ظہر: مہڑ شہر جامع محمدیہ + عصر: سہون، مغرب حیدر آباد شہر
9-10	بدھ	صبح 10 بجے بدین شہر + ظہر: جامعہ بدیع العلوم مٹھی شہر (تھرپارکر) + مغرب: بودلہ فرم + عشاء: گوٹھ حاجی سلطان
10-10	جمعرات	ظہر: چک 333 + مغرب: جیمس آباد عشاء: مرکزی مسجد لال باغ میرپور خاص
11-10	جمعہ	عشاء: مورو مسجد اہلحدیث مسجد مولانا عبد الغفار صاحب
12-10	ہفتہ	مغرب: بڈعید بن شہر + عشاء: مرکزی مسجد بھریا روڈ
19-10	ہفتہ	کانفرنس ببر کھائی نزد راجووال
20-10	اتوار	جلسہ آرائیاں والا نزد للکن پور
21-10	سوموار	جلسہ نور پور نزد قصور
23-10	بدھ	جلسہ مریدکے
27-10	اتوار	درس باغبانپورہ لاہور
29-10	منگل	کانفرنس ساہیوال شہر
31-10	جمعرات	جلسہ شالامار ٹاؤن لاہور
1-11	جمعہ	عشاء: جلسہ سادھوکی
3-11	اتوار	عصر: ملکوال مغرب: منڈی بہاؤالدین
4-11	سوموار	عشاء: جلسہ رکن شہر نزد گجرات
9-11	ہفتہ	مرکزی مسجد حضرو (اٹک)
10-11	اتوار	حضرو (اٹک)
17-11	سوموار	جامعہ ابی ہریرہ رینالہ شہر
21-11	اتوار	درس عشاء: شاہدرہ لاہور
22-11	جمعہ	مرکزی مسجد حافظ غلام اللہ والی میلسی شہر
23-11	ہفتہ	جلسہ ایمن آباد شہر (گوجرانوالہ)
26-11	منگل	مغرب: گاؤں چک 7 نزد پتوکی
28-11	جمعرات	عصر: جنازہ کامونکی شہر
30-11	ہفتہ	درس ظہر مسجد اہلحدیث نور پور نزد کھڈیاں عصر: مرکز ابو قاسم ٹھینگ موڑ مغرب: مسجد کینیڈا کالونی چونیاں
2-01-2014	جمعرات	مغرب: مسجد اہلحدیث گھرجاکھ گوجرانوالہ
5-01	اتوار	ظہر: درس مرکزی مسجد سمندری مغرب: جلسہ ساہیوال
9-01	جمعرات	عصر: افتتاح مدرسہ کوٹ جلال دین چھانگا مانگا مغرب: درس بھیڑ (تلونڈی) عشاء: درس مرکزی مسجد کچا پکا نزد کھڈیاں
12-01	اتوار	11 بجے صبح افتتاح مسجد کوٹ رادھا کشن
14-01	منگل	عصر: راجوال جنازہ مولانا یوسف صاحب عشاء: کانفرنس حافظ یونس صاحب دروغے والا لاہور
15-01	بدھ	کانفرنس گھوڑ دوڑ گوجرانوالہ
16-01	جمعرات	ظہر: راجووال، عصر: ٹھینگ موڑ مغرب: کھڈیاں عشاء: درس فیصل مسجد قصور
19-01	اتوار	عصر: کرول مسجد ابوبکر مغرب: مدینہ مسجد تیزاب احاطہ عشاء: رحمانی مسجد وسن پورہ
20-01	سوموار	مغرب: گلاں والی نزد ایمن آباد گوجرانوالہ
21-01	منگل	عصر: جلسہ خانقاہ ڈوگراں
23-01	جمعرات	صبح دس بجے ملتان، ظہر: کلروالی، عصر: کچی پکی عشاء: خیر پور سادات (مظفر گڑھ)
24-01	جمعہ	خطبہ جمعہ: علی پور
26-01	اتوار	مغرب: محمود بوٹی
28-01	منگل	مغرب: فیروز وٹواں
29-01	بدھ	مغرب: رچنا ٹاؤن، عشاء: مسجد الرحمان بند روڈ لاہور
30-01	جمعرات	صبح درس: عبد اللہ بن مسعود جوہر ٹاؤن لاہور
31-01	جمعہ	مغرب: البدر مسجد پنڈی سٹاپ عشاء: مسجد بلال ٹاؤن شپ
2-2	اتوار	توحیدِ خالص سیمینار، عظمت توحید، حرمت رسول ریلی شملہ پہاڑی پریس کلب لاہور
8-2	ہفتہ	ڈکٹ سوسائٹی کینال روڈ لاہور
9-2	اتوار	عشاء: ساہیوال
10-2	سوموار	پتوکی شہر
14-2	جمعہ	محمدی مسجد فیصل آباد
15-2	ہفتہ	عشاء: اجلاس تحریک دعوتِ توحید + مسجد ابو ہریرہ

21-2	جمعہ	عصر: حسین خانوالہ، مغرب: جوڑا ہٹھاڑ، عشاء: کھڈیاں مسجد ڈوگرانوالی
22-2	ہفتہ	ظہر: کچہ پکہ، عصر: بھیڑ، مغرب: بکھیانہ ڈھنگ شاہ، عشاء: ڈھولن ہٹھاڑ
23-2	اتوار	ظہر: چھانگا مانگا، مغرب: کوٹرادھا کشن
24-2	سوموار	ظہر: قصور، عصر: بھیڈیاں مغرب: حسین خانوالہ، عشاء: فتوحی والا
25-2	منگل	ظہر: قصور، عصر: شیخو پوریاں، مغرب: وڈانہ
26-2	بدھ	ظہر: کوٹلی، عصر: راجہ جنگ، مغرب: ستوکی، عشاء: میر محمد
28-2	جمعہ	مغرب: جامع مسجد للیانی عشاء: کاہنہ بازاروالی مرکزی مسجد
1-3	ہفتہ	عصر: ٹھینگ موڑ، مغرب: پتوکی
2-3	اتوار	مغرب: مسجد توحید قصور، عشاء: کھڈیاں خاص
4-3	منگل	ظہر: راؤخانوالہ، عصر: اٹھیل پور، مغرب: رائے ونڈ
5-3	بدھ	عصر: مدرسہ للبنات ملتان شہر، مغرب: مرکزی مسجد اہلحدیث ومدرسہ ملتان، عشاء: کانفرنس ملتان شہر
6-3	جمعرات	ضلع قصور
7-3	جمعہ	عصر: قصور شہر، مغرب: کھڈیاں، عشاء: نور پور نہر
8-3	ہفتہ	ظہر: مسجد توحید، عصر: جامعہ فریدیہ
9-3	اتوار	2 بجے قصور شہر توحید خالص سیمینار + عظمتِ توحید + حرمت رسول ریلی
17-3	سوموار	عصر: ہڑپہ بائی پاس، مغرب: 186/9.L عشاء: 138/9.L
18-3	منگل	عصر: 110/12-L چیچہ وطنی مغرب: گئوشالہ، عشاء: 109/7-R چیچہ وطنی
19-3	بدھ	عصر: 168/9-L چیچہ وطنی، مغرب: نور شاہ، عشاء: 64/4-R
20-3	جمعرات	عصر: 77/5-R، مغرب: 149/E-B عشاء: ترکھنی اڈہ
22-3	ہفتہ	عشاء: کانفرنس چک 261 پھاٹک نزد گگو
23-3	اتوار	عصر: عارف والا شہر، مغرب: 145/9-L عشاء: کسووال
24-3	سوموار	عصر: چیچہ وطنی: مغرب 106/9-L عشاء: 86 چک
25-3	منگل	مغرب: مسجد اہلحدیث حبیب آباد
27-3	جمعرات	عصر: ساہیوال
28-3	جمعہ	جمعہ: مرکزی مسجد اہلحدیث فورٹ عباس عشاء: کانفرنس خانپور
1-4	منگل	عصر: نور پور، مغرب: 90-D، صبح دادمعانی
2-4	بدھ	عصر: ملکہ ہانس، مغرب: پاکپتن، عشاء: 175/9-L
3-4	جمعرات	ظہر: پیپلز کالونی ساہیوال، عصر، مغرب: جامع ثنائیہ، عشاء: ساہیوال شہر
5-4	ہفتہ	مغرب: نزد یوسف والا عشاء: چک 57 ساہیوال
6-4	اتوار	توحیدِ خالص سیمینار، عظمتِ توحید، حرمتِ رسول ریلی جامع مسجد العزیز جی ٹی روڈ ساہیوال
11-4	جمعہ	جامعہ اسلامیہ ڈھلیانہ براستہ رینالہ خورد
13-4	اتوار	مغرب: مسجد المالک جوڑے پل لاہور
19-4	ہفتہ	مغرب: لنگن پور عشاء: فتح محمد
20-4	اتوار	مغرب: مسجد تقویٰ امامیہ کالونی لاہور
24-4	جمعرات	مغرب: نجابت نزد منڈی عثمانوالہ، عشاء: قصور
25-4	جمعہ	مغرب: کانفرنس ڈھنگ شاہ اڈے والی
27-4	اتوار	ظہر: دالگراں چوک مغرب: مدرسہ ابی ہریرہؓ رینالہ خورد
3-5	ہفتہ	عشاء: کانفرنس شیخو پورہ
4-5	اتوار	ظہر: کامونکی مسجد ربانی اہلحدیث
5-5	پیر	مغرب: ساہیوال مسجد صدیق اکبر بشیر کالونی
9-5	جمعہ	عصر: کامونکی ملی مسجد، مغرب: محمدی مسجد گوجرانوالہ عشاء: مسجد عمر فاروق ایمن آباد
10-5	ہفتہ	صبح 10 بجے جلہن، ظہر: سلیم پورہ 2 بجے بھیڑی موڑ، عصر: حافظ آباد، مغرب: جیدکے، عشاء: ڈاہرانوالی
11-5	اتوار	عصر: گوندلانوالہ، مغرب: رسول پور عشاء: کیلیانوالا
12-5	پیر	ظہر: تتلے عالی، عصر: مرالی والا، مغرب: نوشہرہ ورکاں
13-5	منگل	ظہر: منڈیالہ، عصر: تیگہ مغرب: ایمن آباد
14-5	بدھ	ظہر: مانوالا، عصر: گکھڑ مسجد توحید گنج مغرب: راہوالی، عشاء: شاہین آباد گوجرانوالہ
15-5	جمعرات	ظہر: قلعہ دیدار سنگھ، عصر: گرجاکھ، مغرب: منڈرہ
16-5	جمعہ	جمعہ: الفتح مسجد گوجرانوالہ، عصر: قلعہ میاں سنگھ، مغرب: شیراکوٹ، عشاء: مسجد مقدس صادق روڈ
17-5	ہفتہ	8 بجے صبح مسجد المکرّم گوجرانوالہ شہر | عشاء: لاہور کانفرنس
18-5	اتوار	توحید خالص سیمینار، عظمت توحید، حرمت رسول ریلی جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
14-6	ہفتہ	عصر: چونیاں، مغرب: لنگن پور
15-6	اتوار	ظہر: الٰہ آباد، عصر: چونیاں، عشاء: ننکانہ
16-6	پیر	ظہر: جمبر، عصر: الٰہ آباد، مغرب: کھڈیاں، عشاء: قصور
17-6	منگل	ظہر: پتوکی، عصر: چونیاں، مغرب: الٰہ آباد، عشاء: تلونڈی
18-6	بدھ	ظہر: جمبر اڈا، عصر: کوٹ جلال دین، مغرب: چھانگا مانگا عشاء: جمبر گاؤں
19-6	جمعرات	ظہر: تلونڈی، عصر: الٰہ آباد، مغرب: چونیاں
20-6	جمعہ	مغرب: لنگن پور، عشاء: اختر آباد
21-6	ہفتہ	ظہر: کوٹ رادھا کشن، عصر: پتوکی، مغرب: حبیب آباد
22-6	اتوار	ظہر: بھوئے آصل، عصر: خانکے موڑ، مغرب: چونیاں
23-6	پیر	ظہر: لنگن پور، عصر: شاملوٹ، مغرب: الٰہ آباد
24-6	منگل	ظہر: ڈھنگ شاہ، عصر: ارجن سنگھ، مغرب: ہرچوکی
25-6	بدھ	توحیدِ خالص سیمینار، عظمتِ توحید، محبتِ رسولؐ ریلی بلدیہ ہال چونیاں